چاند کا ہم شکل

(ریڈیو/ٹی وی ڈرامے)

اشرف عادلؔ

چاند کا ہم شکل

(ریڈیو/ٹی وی ڈرامے)

انتساب

اپنے دوست

اور

اُستاد

مرحوم و مغفور

ڈاکٹر فرید پربتی

کے

نام

نام کتاب : چاند کا ہم شکل

نوعیت : ڈرامہ

مصنف : اشرف عادلؔ

کمپوزنگ : فیروز احمد کمار (تھری ڈی ڈیزائننگ) آبی گذر

سرورق/ لے آوٹ : مسرت دانش

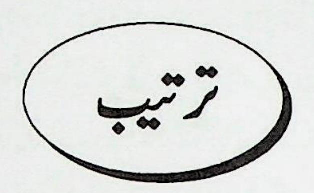
بیک کوَر : زُبیر منظور شیخ (عائشہ ڈجٹل سٹوڈیوٗ گوجوارہ سرینگر)

قیمت : ۴۵۰روپے

adilashraf778@gmail.com

Cell : 9906540315

اس کتاب کی اشاعت کے لئے ریاستی جموں وکشمیر کلچرل اکیڈیمی سے جزوی مالی معاونت حاصل کی گئی ہے۔ کتاب میں ظاہر کی گئی آرا سے اکیڈیمی کا بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلے میں کلچرل اکیڈیمی پر کوئی ذمہ داری عاید ہے۔



ترتیب

پیش لفظ

ڈرامہ کا آغاز (غیر شعوری طور پر) تب ہوا جب انسان نے ابھی بولنا نہیں سیکھا تھا کیوں کہ ابتدائی دور میں انسان اپنے جذبات واحساسات وخیالات دوسرے انسان تک اشاروں کے ذریعئے پہنچاتا تھا اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ انسان ابتدائی دور سے ہی ایک اچھا ڈرامے باز تھا۔ ڈرامے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ڈرامہ ابتدائی دور میں باضابطہ طور پر گلی کوچوں اور چوپالوں پر کھیلا جاتا رہا۔ پھر سٹیج کا دور آتا ہے۔ سٹیج نے ڈرامے کو بام عروج پر پہچا دیا۔ اس کے بعد ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا دور آتا ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی ڈرامے بدلتے دور کی ترجمانی کرتے آرہے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی ڈراموں کو جو عروج حاصل ہوا وہ سٹیج ڈرامے کو حاصل نہ ہوا۔ کیوں کہ ٹی وی اور ریڈیو ڈرامے گھروں کی فصیلیں توڑ کر بیڈروموں اور ڈرائینگ روموں کے اندر داخل ہوئے چونکہ آج کل ٹی وی سیریئلوں کا رواج ہے۔ T.V. Serial making نے ایک بہت بڑی انڈسٹری کی شکل اختیار کی ہے۔ آج کل ٹی وی پروڈیوسر اور اس صنعت سے وابستہ افراد کروڑوں کا منافع کمار ہے ہیں۔ ٹی وی سیریئل اب فلموں کی طرح ہر دلعزیز ہو رہے ہیں۔ وہ دن دُور نہیں جب ٹی وی ڈرامہ صنعت فلم انڈسٹری کو پیچھے چھوڑ دے گی۔ لیکن جو بات ریڈیو یا ٹی وی play میں ہے وہ ٹی وی سیریئل میں نہیں ہے۔ سیریئل میں بنیادی کہانی (یا پلاٹ) مجروح ہو کے رہ جاتی ہے کیوں کہ سیریئل میں سٹوری کو کھینچنا پڑتا ہے جس سے سیریئل طول پکڑتا ہے اور سینکڑوں قسطیں وجود میں آتی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کہانی کا بنیادی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ پرڈیوسروں کے لئے سیریئلوں کو طول دینا مجبوری بھی ہے اور ضرورت بھی کیوں کہ ایسا کرنے سے اُن کا کاروبار پھیلتا ہے۔

جب کہ ایک play میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس میں کہانی اپنے انجام تک محدود وقت میں پہنچ جاتی ہے۔ ایک اچھے play میں ایک مکالمہ بھی بے معنی نہیں ہونا چاہئے۔ کیوں کہ محدود وقت میں theme کو واضح کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ڈرامہ نگار کو بہت ہی محتاط رہنا پڑتا ہے۔ جہاں تک ریڈیائی ڈرامے کا تعلق ہے یہ ٹی وی ڈرامے کے مقابلے میں لکھنا زیادہ مشکل ہے کیوں کہ ریڈیو ڈرامے میں منظر مکالموں کے ذریعئے بیان کرنا پڑتا ہے جب کہ ٹی وی ڈرامے میں منظر کیمرے کے ذریعئے عکس بند کئے جاتے ہیں۔ منظر دکھانے کے لئے مکالموں کی ضرورت نہیں پڑتی۔

میری ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ میں نئے موضوعات پر قلم اٹھاؤں کیوں کہ وقت کا تقاضا ہے کہ ڈرامے کو عالمی پس منظر میں لکھا جائے کیوں کہ اب ہم عالمی گاؤں (Global village) میں رہتے ہیں اس چیز کو مدِ نظر رکھ کر میں نے کچھ عالمی مسایل پر جیسے جنگ، بھوک، عالمی سیاست، ایڈز سائینس فکشن اور جرمیات پر خامہ فرسائی کرنے کی کوشش کی ہے۔

اب میری کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے آپ میرے ڈرامے پڑھ لیجئے اور مجھے اپنی رائے سے نوازیئے کہ کیا میرا دعویٰ صحیح ہے کہ نہیں۔ کیا واقعی میرے ڈراموں میں نیا پن ہے کہ نہیں۔

اشرف عادلؔ

سرینگر

22، جولائی 2013ء

☆......ڈاکٹر محی الدین زور کشمیری

مقدمہ

عام طور پر اُردو میں یہی کہا جاتا ہے کہ یہاں ڈرامے کی روایت باقی اصنافِ ادب کے مقابلے میں کچھ زیادہ مستحکم نہیں ہے لیکن اس صنف پر ریسرچ کرنے کے بعد میں ان تمام بیانات کو رد کرتا ہوں جو ڈرامے کے متعلق لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ دراصل کمی اور کوتاہی اگر ہے، تو وہ صنفِ ڈراما پر تحقیق وتنقید کرنے کی ہے۔ اس وقت ڈرامے اسٹیج، ریڈیو اور ٹی وی کے لئے لکھے جاتے ہیں اور بعد میں بہت سارے ڈرامے چھپتے بھی ہیں۔ اس فن سے وابستہ لوگ اس میں اپنا خونِ جگر ملاتے ہیں اور دوسروں یا پبلک کو محظوظ کرتے رہتے ہیں۔ بد قسمتی سے تاریخ کے اوراق میں ان کے کارناموں کو ٹھیک طرح سے جگہ نہیں ملتی ہے۔

خیر آپ جانتے ہیں کہ زمانہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ بدلتا ہے۔ آجکل کی ٹکنالوجی چند مہینوں کے بعد ہی out of date ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ نئی نئی ٹکنالوجی آجاتی ہے، تو ان باتوں کے پیش نظر ہم ہمیشہ نئی نئی چیزوں کے ایک تو متلاشی رہتے ہیں اور دوم یہ کہ ہم انہیں ٹیکل کرنے کے لئے بھی پوری طرح سے ذہنی وجسمانی طور پر تیار رہتے ہیں۔

ٹھیک یہی حال ڈرامے کا بھی ہوا۔ ڈراما ایک زمانے میں صرف ایک چبوترے پر عوام کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ پھر اسٹیج، تھیٹر، ہال، ریڈیو، ٹی وی فلم وغیرہ کی صورت اِسی ڈرامے نے لے لی۔ اُس زمانے میں ارسطو اور بھرت منی کی تھیوری رائج تھی۔ پھر ولیم شکسپئر روایت سے انحراف کر کے آئے اور عالمی سطح پر آج تک ان کا ثانی بھی پیدا نہ ہو سکا۔ لیکن شکسپئر کے بعد بھی ہم نئے نئے چیلنجز کا

مقابلہ کرتے رہے اور آج تک ڈرامے کی کئی ٹکنیکس بدلتی گئی۔ آج کل ایک طرف شوقیہ تھیٹر گروپس عوام کے سامنے نکڑ پلے کی صورت میں ڈراما پیش کرتے ہیں، تو دوسری طرف ہمارا تھیٹر جدید سائنسی سہولیات سے مالا مال ہوتا رہتا ہے۔ ادھر ریڈیو ٹی وی کا اپنا الگ الگ آرٹ ہے، جہاں ایک ڈرامے نگار کا قلم مشین کے ماتحت ہوتا ہے۔ وہ اسٹیوڈیو میں دستیاب ساز و سامان یا مقام Indoor Outdoor لوکیشن کے مطابق ہی اپنا اسکرپٹ لکھ سکتا ہے۔ یہاں اب وحدتوں کی کوئی قید نہیں رہی البتہ قید اگر ہے تو وہ اُوپر بیان کئے گئے نکتوں کے ساتھ ساتھ وقت کی ہے۔ اسے کیا لکھنا ہے۔ سیریل، گھنٹے، آدھ گھنٹے یا چند منٹوں کا اسکٹ اگر ریڈیو ڈراما ہے، تو وہ کوئی بھی سچویشن لکھ سکتا ہے، جس کو آواز کے ذریعے بہ آسانی پیش کیا جاسکتا ہے۔ اب اگر ٹی وی ڈراما ہے، تو یہاں پھر مختلف قسم کی پابندیاں حائل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کو Visual دِکھانے کا مسئلہ درپیش آتا ہے۔ ان باتوں کے پیشِ نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اب ریڈیو، ٹی وی ڈراما اپنی اپنی ضرورتوں اور تکنیکی اعتبار سے ایک الگ صنف اختیار کر چکا ہے، مگر بنیادی عناصر اسٹیج یا تھیٹر ڈراما اور ریڈیو ٹی وی ڈراما کے ایک ہی ہوتے ہیں، کیونکہ یہ ایک ''ڈرامہ'' ہوتا ہے۔ یہاں ایک ''ڈرامہ نگار'' کا کام ہوتا ہے۔ ٹی وی ڈرامہ دراصل تھیٹر، فلم اور ریڈیو سے مل کر بنا گیا ہے۔ آج کا قاری/ ناظر/ سامع بہت ہی سنجیدہ بن گیا ہے۔ آج جب ہم پرانے ٹی وی ڈرامے دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کیمرہ تھیٹر کے سامنے Fix کیا گیا ہو اور لوگ وہی سب دیکھتے ہیں۔ لیکن آج ایسا نہیں ہے۔ لوگ ایک ایک نکتے کو Point out کر سکتے ہیں۔ اس لئے اب اس کی اپنی الگ پہچان بن گئی ہے۔ یہاں اب نئی نئی تکنیکوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے مخصوص طرز پر ڈرامے لکھے جاتے ہیں۔ ٹھیک یہی حال ریڈیو ڈراما کا بھی ہے۔ یہاں لوگ ریڈیو کو کان دھر کر سُنتے ہیں۔ وہ آواز کے معمولی اُتار چڑھاؤ سے تکنیکی خامی کو پکڑ سکتے ہیں یا ڈرامے کا اصل Sense ہی بدل سکتا ہے۔

اب جس قدر ہمارے قارئین/ سامعین/ ناظرین سنجیدہ ہیں، ٹھیک اسی قدر ہمارا رائٹر یا فنکار بھی سنجیدہ اور محتاط ہوتا ہے، کیونکہ وہ بھی پڑھا لکھا ہوتا ہے، وہ بھی اس سماج کا ایک فرد ہوتا ہے، جو اس کے اونچ نیچ سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ وہ عوام کے مزاج کا ماہر ہوتا ہے۔ وہ تمام حالات پر اپنا

ویب کیمرہ لگا کے رکھتا ہے۔ اُسے فنی و تکنیکی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ پوری طرح سے Day to Day انفارمیشن اور ٹکنالوجی کا استعمال کرنا بھی آتا ہے۔

دبستانِ جموں و کشمیر سے تعلق رکھنے والے اُردو کے ایک اہم شاعر اور ڈرامہ نگار اشرف عادلؔ بھی ان ہی فنکاروں میں سے ایک ہیں، جن کا ذکر میں نے اُوپر کیا ہے۔ پچھلے کئی برسوں سے ہم ان کے ڈرامے ریڈیو کشمیر سرینگر سے سُنتے اور دُور درشن کیندر سرینگر سے دیکھتے آرہے ہیں۔ ان ڈراموں کے Current موضوعات کو دیکھ کر میں نے اُن سے انہیں چھاپنے کے لئے کہا، تا کہ یہ لٹریچر کتابی صورت میں بھی محفوظ رہ سکے گا۔ اس پر طرہ یہ کہ انہوں نے اُلٹا یہ کام میرے ہی سپرد کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی میں ان کا ایک اور Full Length Radio Play ''تمثیلِ داغؔ'' کے عنوان سے مرتب کر چکا ہوں اور اب ''چاند کا ہم شکل'' کے عنوان سے ایک اور ریڈیوئی وی ڈراموں کا مجموعہ مرتب کر رہا ہوں۔ جس میں شامل ڈراموں پر ہم پہلے ایک نظر ڈالتے ہیں۔

ہم اس وقت وہ زندگی جی رہے ہیں جس میں بڑی بھاگ دوڑ ہے اور ہم خود بہت آگے بڑھنا چاہتے ہیں چاہے دوسروں کا نقصان بھی کیوں نہ کرنا پڑے جس کی وجہ سے جرائم کی ریٹ بڑھتی جاتی ہے اور زندگی کے ہر کام میں کروپشن آگیا ہے۔ فن اور ادب جو برسوں پہلے خدا کی عطا کی ہوئی عظیم صلاحیت مانی جاتی تھی اور لوگ ایک فنکار کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اس طرح نہ صرف فن بلکہ فن کے ساتھ ساتھ فنکار بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہتا تھا اور یہی اس کا صلہ بھی مانا جاتا تھا۔ اب زمانے نے فن کی قدر کچھ زیادہ ہی کی ہے۔ ایک فنکار کو زندگی میں ہی نقد و جنس کی صورت میں اس کا ریوارڈ ملنے لگا تو خود غرض اور لالچی لوگ بھی فنکار ہونے کا ڈھونگ رچانے لگے اور یہ حالت دیکھ کر اشرف عادلؔ سے نہ رہا گیا۔ اسی لئے انہوں نے ''لہو رنگ تصویر'' میں فن میں ہو رہی دھاندلیوں کی نقاب کشائی کرنے کی ایک زبردست کوشش کی ہے۔ چونکہ ہم جانتے ہیں کہ آج کل دیگر سیاسی، سماجی، معاشی، کھیل کود وغیرہ جیسے معاملات کے ساتھ ساتھ فن اور ادب میں بھی زبردست بکاؤ آگیا ہے۔ یہاں بھی دِن دھاڑے دوسروں کے خون پسینے پر شب خون مارا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے خیالات ہی نہیں، بلکہ سیدھے کتابیں، دھنیں یا آرٹ کے نمونے ہی چُرائے جاتے ہیں

اور پھر چیزوں کو مہنگے داموں پر نیشنل اور انٹر نیشنل مارکیٹ میں بیچا جاتا ہے۔ ''لہورنگ تصویر'' ٹی وی ڈرامے میں راشد انور نے یہی کارستانی انجام دے کر ''فقیر'' نامی کردار (فنکار) کی پینٹنگ چُرا کر اس پر ایوارڈ حاصل کرلیا ہے۔

''زندگی کے آس پاس'' ایک سماجی ڈراما ہے جس میں کمال الدین احمد کا مرکزی کردار ہے، وہ ایک ریٹائرڈ شخص ہے، جس کو باری باری اپنے بیٹوں کے پاس رہنا پڑتا ہے اور اس کے اپنے بچے اِس کو معمولی چیزوں کا محتاج بناتے ہیں اور اس عمر میں بھی وہ اسے طرح طرح کے کام لیتے ہیں۔ اس طرح وہ زندگی کا یہ غم لے کر بڑی کربنا کی کی زندگی جی لیتا ہے۔ لیکن اس کا دوست رضی احمد جولا ولد ہوتا ہے وہ غم سے لڑنا جانتا ہے جس کی وجہ سے وہ بڑی خوشحال زندگی گزارتا ہے۔ یہاں ڈراما نگار نے ایک طرف ہماری ماڈرن سوسائٹی اور نیو کلچر فیملی سسٹم پر طنز کے تیر برسائے ہیں، تو دوسری طرف انہوں نے غم سے لڑنے یا خوشحال زندگی جینے کا ایک سماجی فلسفہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

''سُنہرے خواب'' ایک مختصر ساٹی وی پلے ہے۔ جس میں مصنف عادلؔ نے ایک عام سبجکٹ کو عجیب رنگ میں پیش کیا ہے اور اس کی بھی سب ڈرامائیت اس ڈرامے کے اختتام پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

ساحل اپنی ازدواجی زندگی میں اس لئے خوش نہیں ہوتا ہے، کیونکہ بے روزگاری اور بزدلی کی وجہ سے اس کی شادی اس کی محبوبہ شہناز سے نہیں ہو پاتی ہے، تو اب نئے آفس میں آکر ایک طرف روجی اس پر مرتی ہے اور دوسری طرف وہ شہناز کو یاد کر کے اس کے گھر جاتا ہے۔ جہاں اس کے لئے دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا ہے۔ اس کا ساتھی ناصر اس کی ہمت بڑھاتا ہے اور اپنی سابقہ محبوبہ سے پھر سے تعلقات جوڑنے کے لئے زور دیتا ہے۔ جب وہ اس ڈرامے کے آخر پر پارک میں اسے ملنے کے لئے جاتا ہے، تو شہناز کوئی اور نہیں بلکہ ناصر کی بیوی ہوتی ہے۔ یہاں ڈراما نگار کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے پہلے شہناز کے کردار کو Develop تو کیا ہے، لیکن اس کو پردے پر ظاہر ہونے نہیں دے دیا ہے۔ اس سے ناظرین/قارئین کا تجسّس بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں ناصر جو ساحل کے ساتھ اس کھیل میں شامل ہوتا ہے کو بھی ڈرامے کے آخر تک معلوم ہی نہیں ہوتا ہے کہ ساحل کی محبوبہ کون ہو سکتی ہے۔

''زہر آب'' بھی ایک اچھائی وی پلے ہے، جو ایک سماجی موضوع پر مبنی ہے۔ مقتول عاصم اپنے بچپن کی دوست نصرت کو بلیک میل کرنا چاہتا ہے، جس کی وجہ سے نصرت اس کی Food poisoning کرتی ہے، حالانکہ پولیس کو تفتیش کے دوران ان تمام باتوں کا کچھ بھی پتہ نہیں چلتا ہے اور وہ اب اس کیس کی فائل بند ہی کرنا چاہتے ہیں، لیکن نصرت کا شوہر شہنواز یہ سب کچھ جان کر خود قبولِ جرم کرتا ہے۔

''نئے انداز نئے مجرم'' ایک ریڈیائی ڈراما ہے، جو کہ ایک ضرب المثل پر مبنی ہے۔ اس میں ہیروں کے ایک بیوپاری کی تجوری چوری ہوتی ہے، جو سکرٹ کوڈ پر کھلتی ہے، چور نقلی انسپکٹر کا روپ دھار کر سیٹھ سے فون پر اس تجوری کے کھلنے کے لئے نمبروں کی ترتیب حاصل کر کے مال اُڑا لیتے ہیں۔

''آستین کا سانپ'' ایک اور جاسوسی ریڈیو ڈراما ہے، جو سماجی موضوع پر لکھا گیا ہے۔ اس ڈرامے میں ایک گھر داماد سازش کر کے اپنے سسر کو (کیونکہ وہ اپنے سسر کی دولت کو وقت سے پہلے ہی ہڑپ لینا چاہتا ہے) طرح طرح سے تنگ کرتا ہے اور آخر کار وہ نوید ڈیٹکٹیو کے ذریعے پکڑا جاتا ہے۔ بظاہر یہ ایک مختصر سا ڈراما ہے، لیکن اس کے پیچھے ایک اچھی سماجی کہانی ہے جس میں لالچیوں کو ننگا کرنے کی ایک اچھی کوشش کی گئی ہے اور یہ بھی بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ایک لالچی شخص اپنے نزدیک ترین شخص کو بھی آستین کے سانپ کی طرح کاٹ سکتا ہے۔

موضوع کے اعتبار سے اس مجموعے کا ایک اہم ڈراما ''قاتل لمحے'' کے عنوان سے ہے۔ اشرف عادلؔ نے اس ریڈیائی ڈرامے کا موضوع (AIDS) ایڈس جیسا عالمی مسئلہ چُنا ہے۔ چونکہ اس لاعلاج بیماری سے بچنے کے لئے اس وقت دنیا میں بہت سارے اقدامات اُٹھائے جاتے ہیں۔ بہت سارا لٹریچر اس موضوع پر لکھا جاتا ہے، ریڈیو، ٹی وی اور فلمیں بنائی جاتی ہیں اور ادب خاص کر نثر میں فکشن اور ڈرامے کا بھی یہ موضوع بنتا رہتا ہے۔ اس ڈرامے کے آخر میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس بیماری کے مرتکب ہم اپنی لاعلمی، بدقسمتی اور لاپرواہی سے ہی ہو جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ہم اس ڈرامے کو اخلاقی اور تعلیمی اعتبار سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اس ڈرامے کے پلاٹ میں منان اور برجیس کشمیر کے ماڈرن کالج لڑکے اپنی جوانی کے جوش میں مست ہوتے ہیں اور وہ لوگ اپنے تیسرے

ساتھی سروش کو اپنے کردار اور کیریئر کو بنانے کے لئے طعنے دیتے رہتے ہیں۔ وہ تینوں چھٹیاں منانے کے لئے جب گوا جاتے ہیں جہاں اُن کے تعلقات تین مغربی لڑکیوں ڈائنا۔ ہیلن اور ماریہ کے ساتھ بڑھ جاتے ہیں۔ سروش کو ہیلن کا قرب حاصل ہو جاتا ہے لیکن وہ اخلاق کی دیوار کو گرانا گناہِ عظیم سمجھتا ہے اور گناہ سے دوری اختیار کرتا ہے۔ اس طرح منان اور برجیس اپنی لاپرواہی سے ایڈس جیسی مہلک بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس ڈرامے کے اختتام پر ہیلن کے ذریعے بہت ہی اہم پیغام ایڈس کے متعلق دے دیا گیا ہے۔

اشرف عادلؔ کے ڈراموں کا یہ مجموعہ ''چاند کا ہم شکل'' اپنے اچھوتے موضوعات کے ساتھ ساتھ بہت ساری فنی و تکنیکی خوبیوں سے مالا مال ہے۔ یہاں مکالمے مختصر اور ایسی زبان میں ہیں جس کو سمجھنا آسان ہے۔ موضوعات ایسے ہیں، جو معلومات، اخلاقی تعلیم، سماجی حالات اور تفریح کے بنیادی مقاصد کو پورا کر سکتے ہیں۔ کوئی بھی ایسا موضوع، مکالمہ، کردار ان ڈراموں میں نہیں پیش کیا گیا ہے، جس سے کسی شخص، عہدے، فرقے یا نظام کی توہین ہو جاتی ہے یا کسی بھلے شخص کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ ہر ڈرامے کے کردار زیادہ نہیں ہیں اور یہاں ہر کردار کی اپنی الگ الگ پہچان بنتی ہے۔ منظر اور مکالمے غیر حقیقی معلوم نہیں ہوتے ہیں اور یہ سبھی چیزیں ہمیں متاثر کئے بغیر نہیں رہتی ہیں۔ ان ٹی وی ڈراموں میں ایسے آوٹ ڈور مناظر بھی نہیں ہیں، جن کے لئے ہمیں لوکیشن ڈھونڈنے میں دِقّت پیش آئے۔ البتہ یہاں مقتدر کیمروں کا نظام دھیان میں رکھا گیا ہے کیونکہ عام طور پر اسٹوڈیوز ملٹی کیمرہ سیٹ اپ Set Up کے ہوتے ہیں اور یہی حال اس مجموعے میں شامل ریڈیو ڈراموں کا بھی ہے۔ یہاں ہمیں آوازیں محظوظ کرتی ہیں اور ہمیں فطرت کی دُنیا کی سیر کراتی ہیں۔۔ تقریباً ہر ڈراما Climax کے ساتھ ہی ختم ہوتا ہے جس سے ہم محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہتے ہیں۔

............☆☆☆............

(باب ۱)

......ریڈیائی ڈرامے......

"چاند کا ہم شکل"

کردار

نمبر	نام	کردار	عمر
۱۔	وامک	(ایک پروفیشنل فوٹوگرافر)	30-35 سال
۲۔	ڈاکٹر عالیہ	(ایک ڈاکٹر)	25-30سال
۳۔	ڈاکٹر کمال احمد	(ڈاکٹر عالیہ کا باپ والد)	60-65سال
۴۔	ڈاکٹر وحید	(ایک ڈاکٹر اور ڈاکٹر عالیہ کا ہم جماعتی)	25-30سال
۵۔	شیخ عثمان علی	(ایک بہت بڑا Business man)	60-65سال
۶۔	ڈاکٹر سُبھاش کول	(ایک ڈاکٹر)	55سال
۷۔	نرس	(ایک نرس)	25-30سال
۸۔	مریض ۱	(مریض)	25-30سال

سین (۱)

(بہت ساری آوازیں ایک ساتھ۔ سرگوشیاں۔ لوگ ٹولیوں میں باتیں کرتے ہوئے۔ ایک ساتھ کئی مردانہ اور نسوانی آوازوں کا سنگم)۔

شیخ عثمان علی: خواتین وحضرات۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گا۔ (خاموشی چھا جاتی ہے) میرے اس دیوان خانے میں آپ سب کا خیر مقدم ہے۔ میں آپ سب کا مشکور ہوں کہ آپ نے میری دعوت کو قبول فرمایا۔ شکریہ۔ دراصل میں نے اس پارٹی کا اہتمام اس لئے کیا ہے کیوں کہ میں ایک لمبے عرصے کے بعد روبہ صحت ہوا ہوں۔ جشنِ صحت کی یہ تقریب شہر کے معروف معالج ڈاکٹر کمال احمد کے نام۔ (تالیاں۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھتا ہے) ڈاکٹر کمال احمد اپنی صاحب زادی۔ ڈاکٹر عالیہ کے ہمراہ یہاں پر موجود ہیں دراصل ان کے نرسنگ ہوم "Mother's Care" میں کئی مہینوں تک میں داخل رہا اور روبہ صحت بھی ہوا میں نے زندگی کی لڑائی میں شکست کھائی تھی لیکن ڈاکٹر کمال احمد اور ڈاکٹر عالیہ نے میرے ہاتھوں میں ہمت کے ہتھیار تھما دئے اور میں پھر سے زندگی کی راہوں پر گامزن ہوا۔ اب میں ڈاکٹر کمال احمد سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس موقعہ پر کچھ فرمائیں۔

(تالیوں کی گونج)

ڈاکٹر کمال احمد: خواتین و حضرات اسلام علیکم !۔ایک معالج کا کام سماج کے ہر طبقے کی صحت کا خیال رکھنا ہے۔ایک معالج فقط انسان نہیں ہوتا بلکہ Super human Being ہوتا ہے۔ڈاکٹر مریضوں کا مسیحا کہلاتا ہے۔ میں نے علاج و معالجہ کو کاروبار نہیں سمجھا بلکہ اِسے عبادت سمجھتا ہوں۔ خواتین و حضرات۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارا ایک Nursing Home بھی ہے جس کا نام Mother's Care ہے...... میں نے اِس کا نام سوچ سمجھ کر رکھا ہے۔نام معنی خیز ہے۔ ہمارے نرسنگ ہوم میں عام بیماریوں کا علاج تو ہوتا ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ مخصوص وارڈ بھی قائم کئے جا چکے ہیں۔ جہاں کچھ خاص قسم کے مریضوں کا علاج خاص طریقے سے کیا جاتا ہے بالکل ہم ماں کی طرح مریضوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اس شہر کے معروف تاجر شیخ عثمان علی کا علاج بھی ہم نے اپنے طریقے سے ۔کیا وہ صحت یاب ہوئے۔ میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں۔شکریہ۔(تالیاں)

شیخ عثمان علی: میں شیخ عثمان علی ایک بار پھر اپنے تمام ذی عزت مہمانوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہمارے بیچ میں اور لوگوں کے علاوہ ڈاکٹر عالیہ، ڈاکٹر کمال احمد، معروف فوٹو گرافر جناب وامق حسین معروف سیاست دان حبیب شیخ، معروف مصّور عابد صدیق، معروف تاجر علی جاوید اور Civil Society کے ممبران کے علاوہ بہت ساری ذی عزت ہستیاں موجود ہیں، خواتین و حضرات اب میں اُس معروف ہستی کا نام لینا چاہتا ہوں جن کا تعلق سنگیت سے ہے۔میری مراد محترمہ زاہدہ تبسم سے ہے۔ میں زاہدہ جی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سٹیج پر آئیں اور اپنی آواز کا جادو جگائیں اور ساتھ ہی مہمانوں سے درخواست ہے کہ وہ میزوں پر بیٹھ جائیں۔کھانا لگ چکا ہے۔دو مہمانوں کے کھانے کا اہتمام ایک میز پر کیا جا چکا ہے۔ ہر ایک میز پر ایک شمع رکھی جا چکی ہے جو دلیل سحر بھی ہے اور خموش بھی۔آپ سے استدعا ہے کہ خموش شمعوں کو جلائیں۔ کیوں کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد تمام روشنیاں گُل کی جائیں گی۔تا کہ آپ Candle Light Dinner سے لطف اندوز ہو جائیں۔

شیخ عثمان علی: روشنیاں گُل ہو چکی ہیں ہر طرف ہر میز پر شمع روشن ہو رہی ہے۔
اب آواز کا جادو۔ محترمہ زاہدہ تبسم ۔
(خوبصورت آواز میں غزل گنگنائی جارہی ہے سنگیت کی لے پر)

زاہدہ تبسم: جگنو ہے تیری یاد ہے جنگل ہے کہ تُو ہے
یہ چاند کا پھیلا ہوا آنچل ہے کہ تُو ہے
ہر پل تری یادوں میں چھلکتی ہیں یہ آنکھیں
اس دل کے فلک پر کوئی بادل ہے کہ تُو ہے
ہر خواب میرا آنکھ میں دم توڑ رہا ہے
آنکھیں میرے چہرے پہ ہیں مقتل ہے کہ تو ہے

شیخ عثمان علی: (غزل پسِ منظر میں جاتی ہوئی) ڈاکٹر کمال صاحب۔ دیکھئے نا۔ آپ اور میں ایک ہی ٹیبل پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ قسمت نے یہاں بھی میرے معزز مہمان کو میرے روبرو کر دیا۔

ڈاکٹر کمال: شکریہ۔ آپ کھانا شروع کیجئے۔

شیخ عثمان علی: ہاں ہاں۔ آپ بھی بسم اللہ کریں۔ (چبانے کی آوازیں)

ڈاکٹر کمال: آپ نے اس پارٹی کا اہتمام بالکل منفرد طریقے سے کیا ہے۔ روشنیاں گل کی گئیں اور Candle Light میں مہمان کھانا کھا رہے ہیں اوپر سے نسوانی آواز میں خوبصورت غزل کانوں میں رس گھول رہی ہے۔
(غزل پیشِ منظر میں)

ڈاکٹر عالیہ: وامق حُسین صاحب! میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ میں یہاں اِس شمع کی مدہم روشنی میں آپ کے ساتھ کھانا کھا رہی ہوں۔ (کھاتے ہوئے)۔

وامق: نہیں ڈاکٹر عالیہ۔ خوش نصیب تو میں ہوں کہ اتنی خوبصورت عورت میرے ساتھ کھانا کھا رہی ہے اور اِس شام کی سیاہی کو روشن کر رہی ہے۔ (کھاتے ہوئے)

ڈاکٹر کمال احمد: خواتین وحضرات اسلام علیکم !۔ایک معالج کا کام سماج کے ہر طبقے کی صحت کا خیال رکھنا ہے۔ایک معالج فقط انسان نہیں ہوتا بلکہ Super human Being ہوتا ہے۔ڈاکٹر مریضوں کا مسیحا کہلاتا ہے۔ میں نے علاج ومعالجہ کو کاروبار نہیں سمجھا بلکہ اِسے عبادت سمجھتا ہوں۔ خواتین وحضرات۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارا ایک Nursing Home بھی ہے جس کا نام Mother's Care ہے...... میں نے اِس کا نام سوچ سمجھ کر رکھا ہے۔نام معنی خیز ہے۔ ہمارے نرسنگ ہوم میں عام بیماریوں کا علاج تو ہوتا ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ مخصوص وارڈ بھی قائم کئے جاچکے ہیں۔ جہاں کچھ خاص قسم کے مریضوں کا علاج خاص طریقے سے کیا جاتا ہے بالکل ہم ماں کی طرح مریضوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اس شہر کے معروف تاجر شیخ عثمان علی کا علاج بھی ہم نے اپنے طریقے سے کیا وہ صحت یاب ہوئے۔میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں۔شکریہ۔(تالیاں)

شیخ عثمان علی: میں شیخ عثمان علی ایک بار پھر اپنے تمام ذی عزت مہمانوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہمارے بیچ میں اور لوگوں کے علاوہ ڈاکٹر عالیہ، ڈاکٹر کمال احمد، معروف فوٹو گرافر جناب وامق حسین معروف سیاست دان حبیب شیخ ،معروف مصّور عابد صدیق ،معروف تاجر علی جاوید اور Civil Society کے ممبران کے علاوہ بہت ساری ذی عزت ہستیاں موجود ہیں، خواتین وحضرات اب میں اُس معروف ہستی کا نام لینا چاہتا ہوں جن کا تعلق سنگیت سے ہے۔میری مراد محترمہ زاہدہ تبسم سے ہے۔ میں زاہدہ جی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سٹیج پر آئیں اور اپنی آواز کا جادو جگائیں اور ساتھ ہی مہمانوں سے درخواست ہے کہ وہ میزوں پر بیٹھ جائیں۔کھانا لگ چکا ہے۔دومہمانوں کے کھانے کا اہتمام ایک میز پر کیا جاچکا ہے۔ ہر ایک میز پر ایک شمع رکھی جاچکی ہے جو دلیل سحر بھی ہے اور خموش بھی۔آپ سے استدعا ہے کہ خموش شمعوں کو جلائیں۔کیوں کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد تمام روشنیاں گُل کی جائیں گی۔تاکہ آپ Candle Light Dinner سے لطف اندوز ہو جائیں۔

شیخ عثمان علی: روشنیاں گُل ہو چکی ہیں ہر طرف ہر میز پر شمع روشن ہو رہی ہے۔
اب آواز کا جادو۔ محترمہ زاہدہ تبسم ۔
(خوبصورت آواز میں غزل گنگنائی جا رہی ہے سنگیت کی لے پر)

زاہدہ تبسُم: جگنو ہے تیری یاد ہے جنگل ہے کہ تُو ہے
یہ چاند کا پھیلا ہوا آنچل ہے کہ تُو ہے
ہر پل تری یادوں میں چھلکتی ہیں یہ آنکھیں
اس دل کے فلک پر کوئی بادل ہے کہ تُو ہے
ہر خواب میرا آنکھ میں دم توڑ رہا ہے
آنکھیں میرے چہرے پہ ہیں مقتل ہے کہ تو ہے

شیخ عثمان علی: (غزل پسِ منظر میں جاتی ہوئی) ڈاکٹر کمال صاحب۔ دیکھئے نا۔ آپ اور میں ایک ہی ٹیبل پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ قسمت نے یہاں بھی میرے معزز مہمان کو میرے روبرو کر دیا۔

ڈاکٹر کمال: شکریہ۔ آپ کھانا شروع کیجئے۔

شیخ عثمان علی: ہاں ہاں۔ آپ بھی بسم اللہ کریں۔ (چبانے کی آوازیں)

ڈاکٹر کمال: آپ نے اس پارٹی کا اہتمام بالکل منفرد طریقے سے کیا ہے۔ روشنیاں گل کی گئیں اور Candle Light میں مہمان کھانا کھا رہے ہیں اوپر سے نسوانی آواز میں خوبصورت غزل کانوں میں رس گھول رہی ہے۔

(غزل پیشِ منظر میں)

ڈاکٹر عالیہ: وامق حُسین صاحب! میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ میں یہاں اِس شمع کی مدھم روشنی میں آپ کے ساتھ کھانا کھا رہی ہوں۔ (کھاتے ہوئے)۔

وامق: نہیں ڈاکٹر عالیہ۔ خوش نصیب تو میں ہوں کہ اتنی خوبصورت عورت میرے ساتھ کھانا کھا رہی ہے اور اِس شام کی سیاہی کو روشن کر رہی ہے۔ (کھاتے ہوئے)

ڈاکٹر عالیہ: وامق صاحب۔آپ اس ملک کے معروف فوٹو گرافر ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر آپ نے اپنے فن کا لوہا منوایا ہے۔اور مجھے فوٹو گرافی میں زبردست دلچسپی ہے۔میں آپ کی Fan رہی ہوں۔

وامق: ڈاکٹر عالیہ۔ مجھے بہت خوشی ہوئی یہ جان کر کہ آپ کو Photography میں دلچسپی ہے۔آپ میرے گھر پر تشریف لے آئیں۔ میں آپ کو اپنے فن پارے دکھاؤں گا...... یہ رہا میرا کارڈ۔

ڈاکٹر عالیہ: شکریہ۔ میں بہت جلد آپ کو Disturb کرنے کے لئے آپ کے گھر پر حاضر ہو جاؤں گی۔

(غزل پیش منظر میں الاپ کے ساتھ)

............☆☆☆............

سین (۲)

ڈاکٹر عالیہ: wow۔ کتنی خوبصورت تصویر ہے؟ Mr. Womic

وامق: Thank you Dr. Aalia

ڈاکٹر عالیہ: آپ کے اِس Studio میں ہزاروں تصویریں ہیں اور ہر تصویر اپنی ایک کہانی بیان کر رہی ہے۔ ایک قلمکار کو کتنے صفحے سیاہ کرنے پڑتے ہیں تب کوئی کہانی بن جاتی ہے۔ آپ کے ایک Click کرنے سے ایک تصویر اُبھرتی ہے اور تصویر کیا ہوتی ہے ایک کہانی!

وامق: لیکن ڈاکٹر عالیہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ایک Click کرنے سے پہلے ہمیں کتنی دیر تک سوچنا پڑتا ہے۔ کتنی محنت لگتی ہے اِس میں؟

ڈاکٹر عالیہ: مگر کبھی کبھی محنت کے بغیر کوئی تصویر آپ کو کہتی ہوگی کہ مجھے اپنے کیمرے میں قید کر لیجئے۔

وامق: ایسا بھی ہوتا ہے ڈاکٹر عالیہ مگر کبھی کبھی۔

ڈاکٹر عالیہ: یہ تصویر بہت ہی خوبصورت ہے۔ جو یہاں اس دیوار پر لگی ہے۔

وامق: کون سی تصویر یہ؟

ڈاکٹر عالیہ: ہاں۔ ہاں۔ یہی۔ Autumn کے بعد چناروں کا منظر۔

وامق: کیا یہ تصویر آپ کو پسند آئی ہے؟

ڈاکٹر عالیہ: ہاں۔بالکل۔

وامق: تعجب ہے؟ آپ اتنی خوبصورت ہیں اور آپ کو یہ بے رونق اور بے رنگ تصویر پسند آئی۔میں حیران ہوں۔

ڈاکٹر عالیہ: آپ حیران ہیں؟ آپ کی حیرانگی پر میں حیران ہوں......خیر......یہ ننگےاور بے برگ و بار چنار بڑے دلکش دکھائی دے رہے ہیں۔دراصل ان کی حقیقت یہی ہے جو اِن کی یہ بےلباسی بیان کر رہی ہے۔اور حقیقت سے مجھے محبت ہے۔

وامق: اس تصویر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس پر میری اُنگلی ہے؟

ڈاکٹر عالیہ: یہ Landscape عام لوگوں کو متاثر ضرور کرے گا۔یہ بہتا ہوا آبشار۔اس کے کناروں پر رنگا رنگ پھولوں کی کیاریاں۔واہ کیا منظر پیش کر رہا ہے۔

وامق: لیکن یہ جو عورت اس میں دکھائی دے رہی ہے اس کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں کہا؟

ڈاکٹر عالیہ: عورت خوبصورت ہے لیکن عورت سے بھی خوبصورت یہ بچہ ہے جس کی پیشانی کو یہ عورت چوم رہی ہے۔

وامق: ہاہاہا۔تعجب ہے یہ ننگا اور میلا بچہ آپ کو خوبصورت لگ رہا ہے۔اس کی شکل وصورت بندر جیسی ہے اور اس کی ناک بھی بہہ رہی ہے۔

ڈاکٹر عالیہ: وامق صاحب! اس تصویر میں فقط یہ بچہ حقیقت ہے اور خوبصورت بھی، باقی سب جھوٹ ہے۔

وامق: ہاہاہا۔میں یہ سمجھ نہیں پا رہا ہوں کہ آپ میرے فن پاروں کی تعریفیں کر رہی ہیں یا ان پر کیچڑ اُچھال رہی ہیں؟

ڈاکٹر عالیہ: وامق صاحب! دراصل آپ کے فن کا ایک گوشہ کافی توجہ طلب ہے جس کی طرف آپ کا دھیان ابھی تک نہیں گیا۔

وامق: میرا دھیان اُس طرف کبھی گیا ہی نہیں کیوں کہ میں خود خوبصورت ہوں اور میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا ہے کہ آپ اس طرح کیوں سوچ رہی ہیں جبکہ آپ خود ایک پری پیکر ہیں اور حُسن و جمال کی ایک مثال بھی۔

ڈاکٹر عالیہ: ہماری گفتگو طول پکڑتی جارہی ہے۔ فی الحال ہم اس بحث کو یہیں پر ختم کرتے ہیں۔ اجازت لینے سے پہلے یہ بتائیں کہ Photography آپ کا Profession ہے یا شوق۔

وامق: میں نے اِسے پیشہ نہیں بنایا کیوں کہ میرے والد صاحب کے پاس دولت کافی ہے ہمارا کاروبار دُور دُور تک پھیلا ہوا ہے اگر یوں کہا جائے کہ ہمارے کاروبار نے سرحدیں عبور کی ہیں شاید غلط نہ ہوگا۔

ڈاکٹر عالیہ: آپ نے اچھا کیا ہے؟

وامق: کیا؟ کیا اچھا کِیا میں نے؟

ڈاکٹر عالیہ: یہی کہ اپنے فن کو فن ہی رہنے دیا اس کو کاروبار نہیں بنایا۔

وامق: ہاہاہا۔ آپ باتیں خوب بناتی ہیں؟

ڈاکٹر عالیہ: میں کوئی افسانہ نگار نہیں نہ کوئی شاعرہ ہوں کہ باتیں بناؤں۔ میں باتیں کرتی ہوں۔ فقط باتیں۔

وامق: مگر خوبصورت۔ ہاہاہا۔

ڈاکٹر عالیہ: شکریہ۔

وامق: (Overlap) آپ باتیں بھی خوبصورت کرتی ہیں اور خود بھی خوبصورت ہیں۔ مجھے آپ کی خوبصورتی نے آپ کا غلام بنادیا...... ہاں ڈاکٹر میں آپ سے پیار کرنے لگا ہوں۔ اور میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر عالیہ: وامق ...... مسٹر وامق ...... آپ کیا سوچ رہے ہیں یوں میری طرف کیوں دیکھ رہے ہیں آپ؟

وامق: کہ۔کہ۔کیا دیکھ رہا......نہیں نہیں۔کہ کہ کچھ نہیں کچھ نہیں۔

ڈاکٹر عالیہ: مسٹر وامق۔آپ یوں Nervous کیوں ہو رہے ہیں لگتا ہے کہ آپ کی چوری پکڑی گئی،اس طرح آپ گھبرا رہے ہیں۔ہاہاہا۔

وامق: ہاہاہا۔چہ چہ چوری۔چوری۔ہاہاہا۔آپ بھی مذاق بہت اچھا کر رہی ہیں۔ہاہاہا

ڈاکٹر عالیہ: ہاہاہا۔اب اجازت چاہوں گی؟

وامق: ہاں چلئے۔میں نے آپ کو بہت بور کر لیا۔

(ایک الاپ یا غزل جگنو ہے تیری یاد ہے جنگل ہے کہ تو کا ایک مصرعہ)

............☆☆☆............

(Change over)

سین (۳)

(گاڑی رکی ہوئی مگر انجن سٹارٹ......آوازیں)

وامق: بس ڈاکٹر عالیہ میں یہی پر اُتروں گا!

ڈاکٹر عالیہ: آپ یہاں سے گھر کیسے جائیں گے میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا ہے کہ آپ یہاں تک میرے ساتھ کیوں آگئے......آپ اپنے گھر کے Compound میں ہی مجھے الوداع کہہ سکتے تھے۔

وامق: ڈاکٹر عالیہ......دراصل میں خودغرض ہوں۔ ہاہاہا

ڈاکٹر عالیہ: ہاہاہا خودغرض اور آپ؟

وامق: ہاں ڈاکٹر......دراصل میں ہر روز ۵، ۶ کلومیٹر پیدل چلتا ہوں۔ اور میرے گھر سے یہاں تک چھ کلومیٹر ہوں گے۔ اب گھر تک یہاں سے پیدل جاؤں گا۔ ہاہاہا۔

ڈاکٹر عالیہ: Very Interesting ہاہاہا۔ آپ اُتریں گے بھی یا......

وامق: ہاہاہا۔ ہاں بھئی اُترتا ہوں

(کھڑکیاں کھولنے کی آوازیں)

وامق: ڈاکٹر عالیہ۔ آپ گاڑی سے کیوں اُتری؟

ڈاکٹر عالیہ: آپ کو الوداع کہنے کے لئے......ہاہاہا۔

وامق: ہاہاہا۔اچھا خدا حافظ

ڈاکٹر عالیہ: خدا حافظ

(گاڑی کا انجن بدستور سٹارٹ)

(اب اچانک ایک اور آواز اُبھرتی ہے)

ڈاکٹر وحید: (بھاری آواز) ہاں۔کہیں یہ ڈاکٹر عالیہ تو نہیں۔ہاں وہی ہے۔اس کی گاڑی میں سے کوئی نوجوان اُترا ہے۔کہیں کوئی چکر تو نہیں.....نوجوان واپس پلٹا اور ڈاکٹر عالیہ اپنی گاڑی میں آگے کی طرف چل پڑی۔یہ کیا چکر ہے؟

(ٹریفک کا شور)

اب میں اپنی گاڑی میں بیٹھوں گا......میں نے اپنی گاڑی یہاں سڑک کے کنارے پارک کی تھی۔Purchasing کر کے آرہا ہوں۔خیر اب میں گاڑی میں بیٹھتا ہوں۔(کھڑکی کھلنے کی آواز۔گاڑی سٹارٹ ہونے کی آواز اور بعد میں گاڑی کے چلنے کی آواز)۔نہیں۔نہیں۔نہیں۔اُس کے سینے میں دل ہی نہیں۔وہ محبت کر ہی نہیں سکتی۔اگر اُس کے سینے میں دل ہوتا تو میری محبت کو کیوں ٹھکراتی

Flash -Back - Starts

(ایسا میوزک کہ جسے لگے کہ فلیش بیک آرہا ہے)

ڈاکٹر عالیہ: ڈاکٹر وحید......آپ کی ہمت کیسے ہوئی۔(Pause) مجھے Propose کرنے کی ہمت آپ کو کیسے ہوئی۔

ڈاکٹر وحید: ڈاکٹر عالیہ۔میں نے ایسا کیا کہہ دیا؟

ڈاکٹر عالیہ: مجھے اِن چیزوں میں دلچسپی نہیں۔محبت، پیار، عشق یہ الفاظ اب اپنا معنیٰ کھو چکے ہیں۔یہ سب لفظ کتابوں اور افسانوں میں ہی اچھے لگتے ہیں۔ویسے میں اپنی شادی کا فیصلہ خود کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔میری شادی کا فیصلہ میرے والدین کریں گے۔سمجھے۔

ڈاکٹر وحید: ڈاکٹر عالیہ۔ ہم دونوں Class fellow رہ چکے ہیں آپ کو اس بات کا بھی لحاظ نہیں۔ میں نے ایسا کیا کہہ دیا۔ میں کوئی گُناہ کرنے نہیں جارہا تھا۔ شادی کرنے جارہا تھا۔

ڈاکٹر عالیہ: ڈاکٹر وحید۔ آئیندہ ایسے بیہودہ سوالات نہ کریں۔ مہربانی ہوگی۔

ڈاکٹر وحید: O.K...... آئیندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ میں نے سوچا کہ میرے پاس شکل وصورت ہے، عزت ہے، دولت ہے، شہرت ہے۔ کیا نہیں ہے میرے پاس ہاہاہا۔ خیر۔ اگر آپ کو بُرا لگا ہے میں معافی چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر عالیہ: It is O.K

Flash-Back-Ends

(Scene No. 3 resumes again with Dr. Wahid going in a car)

(گاڑی چلنے کی آواز پسِ منظر میں)

ڈاکٹر وحید: ہاہاہا...... نہیں۔ ڈاکٹر عالیہ کسی کو چاہ نہیں سکتی۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو...... تو مجھے میدان میں اُترنا ہوگا...... ہاہاہا...... Silly girl

(الاپ)

............☆☆☆............

(Change over)

سین (۴)

نسوانی آواز غزل۔

(زاہدہ تبسم کی آواز): جگنو ہے تیری یاد ہے جنگل ہے کہ تو ہے......

(اسی میں دروازے کی بیل (Bell) بجتی ہے......آواز۔)

(غزل پسِ منظر میں جاتی ہوئی۔)

وامق: دروازہ کھلا ہے اندر آئیے۔(اونچی آواز میں)

(دروازہ کھلنے کی آواز)

ڈاکٹر عالیہ: اسلام علیکم۔

وامق: وعلیکم السلام۔آپ کا ہی انتظار ہو رہا تھا؟

(غزل پیش منظر میں)

ڈاکٹر عالیہ: (تھوڑی دیر کے بعد غزل پسِ منظر میں) زاہدہ تبسم کی غزل آپ کو پسند ہے؟

وامق: بہت......میں پہلے یہ آواز خاموش کئے دیتا ہوں (غزل کی آواز بند)

ڈاکٹر عالیہ: شکریہ...... ارے یہ کیا؟ آپ نے تمام فن پارے اپنے سٹوڈیو کی دیواروں سے اُتار پھینکے ہیں؟

وامق: اوران کے بدلے فقط ایک ہی تصویر کی سینکڑوں کاپیاں دیواروں پر چپکا دی ہیں۔

ڈاکٹر عالیہ: ایسا آپ نے کیوں کیا؟

وامق: اِسے میری دیوانگی کہیئے۔ یا میری محبت۔

ڈاکٹر عالیہ: آپ نے میری تصویر کی اتنی کاپیاں اپنے ،سٹوڑیو کی دیواروں پر چپکا کر اپنی قدامت پسندی کا ثبوت دیا ہے۔

وامق: کیا محبت۔ عشق۔ پیار قدامت پسندی ہے۔

ڈاکٹر عالیہ: ہاں وامق صاحب...... میں اسے قدامت پسندی ہی سمجھتی ہوں کیوں کہ دُنیا اب بدل چکی ہے دُنیا کو اب ذہنی عیاشی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ذہنی سکون کی ضرورت ہے...... خیر جانے دیجئے۔ میں آپ کو ایک اچھا فنکار سمجھتی ہوں۔

وامق: ڈاکٹر عالیہ۔ کیا آپ کو خوبصورتی پسند نہیں یا میں خوبصورت نہیں

ڈاکٹر عالیہ: آپ بے شک خوبصورت ہیں۔ لیکن مجھے بدصورتی پسند ہے۔

وامق: کیا؟ آپ خود اِتنی خوبصورت ہیں۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟

ڈاکٹر عالیہ: میرا فلسفہ یہ ہے کہ بدصورتی میں جو خوبصورتی پوشیدہ ہوتی ہے وہ دائمی ہوتی ہے...... اور جسے ہم لوگ خوبصورتی سمجھتے ہیں وہ دراصل عارضی ہے اور بے سکون بھی

وامق: مجھے فقط اتنا معلوم ہے کہ آپ کے حُسن نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ میں فقط آپ کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر عالیہ: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ پہلے شخص ہوں گے جو میرے حُسن و جمال سے متاثر ہیں، اس شہر میں اور بھی بہت سارے دیوانے موجود ہیں لیکن مجھے ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں۔

مجھے فقط بدصورتی متاثر کرتی ہے......اور بدصورتی میں مجھے سکون ملتا ہے۔

وامق: میں آپ کا یہ فلسفہ سمجھ نہیں پا رہا ہوں......؟

ڈاکٹر عالیہ: وامق صاحب......آپ کسی دن ہمارے نرسنگ ہوم Mother's Care میں تشریف لے آئیں۔ میں آپ کو اپنی خوبصورت دُنیا دکھا دوں گی۔

تھوڑی سی موسیقی

............☆☆☆............

(Change over)

سین (۵)

(تھوڑی دیر کے لئے ایک کلاسکل نغمہ یاالاپ جس سے غمنا کی ٹپک رہی ہو)

ڈاکٹر وحید: (میوزک یاالاپ پسِ منظر میں جاتا ہوا)......ڈاکٹر عالیہ۔ میں تمہیں بھولا تو نہیں تھا لیکن میرے جگر کا ناسور ٹھیک ہو رہا تھا لیکن۔ لیکن۔ جب۔ سے تمہیں اُس نوجوان کے ساتھ دیکھا ہے تب سے میرا جگر پھر سے رِسنے لگا ہے۔ میں نے تمہیں کئی بار اُس نوجوان کے ساتھ دیکھا ہے۔ آخر تم نے اُس کے ساتھ رسم وراہ کیوں پیدا کی ہے؟ مجھ میں کیا کمی تھی؟ کیا میرے دل کو دھڑکنا نہیں آتا؟ کیا میری محبت کمزور تھی؟ آخر کون سی کمی ہے مجھ میں.... . میں نے اُس نوجوان کا نام بھی Confirm کیا ہے''وامِق''...... ہاہاہا......وامِق...... کیا وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ کیا وہ مجھ سے زیادہ رئیس ہے۔ آخر اُس میں اِتنا کیا ہے جو مجھ میں نہیں۔

(کلاسکل نغمہ پھر سے پیشِ منظر میں)

............☆☆☆............

(Change over)

سین (٦)

ڈاکٹر عالیہ: مسٹر وامق۔ آج آپ ہمارے Mother's Care نرسنگ ہوم میں پہلی بار آئے ہیں۔ میں بہت خوش ہوں۔

وامق: شکریہ...... ڈاکٹر عالیہ...... آپ کا یہ Cabin بہت ہی خوبصورت ہے اور یہ نرسنگ ہوم بھی...... دراصل میں آپ کی خوبصورت دُنیا دیکھنے آیا ہوں۔ جس میں رہ کر آپ کو سکون ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے میری محبت آپ کو حقیر دکھائی دے رہی ہے۔

ڈاکٹر عالیہ: وامق صاحب...... مجھے آپ سے یہ اُمیّد نہیں تھی۔ آپ جیسے فنکار بھی عورت کو فقط رومانوی پنجرے میں قید ایک مینا سمجھتے ہیں جس کی بولیاں سُن سُن کر مرد حضرات اپنا اپنا دل بہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو عارضی سکون پہنچانا چاہتے ہیں۔ میں اسے ذہنی عیاشی کہتی ہوں۔

وامق: پھر سکون کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟

ڈاکٹر عالیہ: چلئے آج میں آپ کو بتاؤں گی۔ عورت کس عبادت کا نام ہے؟ وہ عالم انسانیت کے لئے کیا کرسکتی ہے؟ کیا مرد اس بلندی پر پہنچ سکتا ہے؟ چلئے تشریف لے آئیں۔

وامق: ہاں چلئے......

(دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز)

(قدموں کی آواز پسِ منظر میں ساتھ ساتھ چلتی ہے)

ڈاکٹر عالیہ: اس وقت ہم اس لمبے کارڈور میں چل رہے ہیں۔ یہ جو آپ دائیں بائیں وارڈ دیکھ رہے ہیں۔ یہ عام بیماروں کے لئے ہیں۔ اور جہاں میں اس وقت آپ کو لے جا رہی ہوں وہ Special Wards ہیں۔

(قدموں کی آہٹ ساتھ ساتھ چلتے ہوئے)

وامق: Special Wards

ڈاکٹر عالیہ: جی ہاں Special Wards...... یہ Special Wards کچھ مخصوص بیماروں کے لئے وقف ہیں۔ مثلاً کوڑھ سے متاثرہ، جسمانی طور ناخیز اور نفسیاتی بیماروں کے لئے۔ ہم Leprosy وارڈ کے نزدیک پہنچ رہے ہیں۔ جی ہاں۔ آیئے اب اندر چلتے ہیں۔

وامق: ہم اِس وارڈ کے اندر داخل ہو چکے ہیں۔ یہاں پانچ بیڈ لگے ہوئے ہیں اور سبھی بیڈوں پر مریض لیٹے ہوئے ہیں۔

مریض: السلام علیکم ڈاکٹر صاحبہ۔

ڈاکٹر عالیہ: وعلیکم السلام۔ عاقب۔ کیا حال ہیں آپ کے؟

مریض: شکر ہے اوپر والے کا...... میں بہت بہتر ہوں۔

ڈاکٹر عالیہ: عاقب...... ذرا یہ ہاتھ اپنا آگے کرو۔

مریض: یہ لیجئے آ! ڈاکٹر صاحبہ۔ یہ رہا میرا ہاتھ

ڈاکٹر عالیہ: دیکھئے مسٹر وامق...... اس مریض کے داہنے ہاتھ کا انگوٹھا خراب ہو چکا ہے۔

واثق: میں دیکھ رہا ہوں ڈاکٹر۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ ہاتھ کی حالت خراب ہو چکی ہے۔

اور یہ انگوٹھا بالکل خراب ہو چکا ہے...... اِس کی صورت بھی بگڑ چکی ہے اس کی ناک نظر نہیں آرہی ہے۔ اور چہرہ بالکل متاثر ہو چکا ہے۔ یہ صورت مجھ سے دیکھی نہیں جا رہی ہے۔

ڈاکٹر عالیہ: مسٹر واثق ...... ہمت رکھئے۔ میں ان لوگوں کی Dressing بھی خود کرتی ہوں اور انہیں کھانا بھی کھلاتی ہوں اگر ضرورت پڑے تو میں اِنہیں نہلاتی بھی ہوں...... عاقب!

مریض ۱: جی ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر عالیہ: تمہارا اوپریشن کب ہو رہا ہے؟

مریض ۱: ہاہاہا...... ڈاکٹر صاحبہ۔ آپ سب جانتی ہیں۔ کل ہو رہا ہے میرا اوپریشن۔ کل میرے داہنے ہاتھ کا انگوٹھا کاٹ دیا جائے گا۔ بس...... ہاہاہا...... اور پھر میں پوری طرح سے ٹھیک ہو جاؤں گا ہاہاہا

واثق: ڈاکٹر...... ڈاکٹر...... یہ مریض ہنس کیوں رہا ہے۔ اِسے اتنا سکون حاصل کیسے ہوا ہے۔ ہم لوگ تو سکون حاصل کرنے کے لئے لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں اور سکون ہے کہ ہم سے کوسوں دُور ہے۔

ڈاکٹر عالیہ: یہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گی ...... چلئے۔ میں آپ کو اور مریض سے ملاتی ہوں۔ اس...... اس...... مریض کو دیکھئے۔ دیکھئے۔ کس سکون سے کتاب پڑھتا ہے۔ اس کا نام حفیظ ہے۔ مطالعے کا شوق رکھتا ہے پرسوں اس کا اوپریشن ہو رہا ہے۔

واثق: اوپریشن؟

ڈاکٹر عالیہ: ہاں...... Leprosy.....Operation کا شکار جو ہے۔

واثق: اس کے چہرے پر کوڑھ نے گہرے بدنما نشانات چھوڑے ہیں۔ اس کا چہرہ بھی مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔

ڈاکٹر عالیہ: مجھے معلوم ہے......آپ جمالیات اور حُسن کے شکار ہیں۔فنکار جو ٹھہرے۔
واہق صاحب......اس کے پیر کی ایک اُنگلی کاٹنی پڑے گی۔تب یہ صحت یاب ہوگا

واہق: پرسوں اس کا اوپریشن ہو رہا ہے؟ اوپریشن بھی ایسا جس سے انسان کے رونگٹے
کھڑے ہو جاتے ہیں......اور یہ صاحب اطمینان سے کتاب پڑھ رہا ہے۔

ڈاکٹر عالیہ: آیئے......اب میں آپ کو تیسرے مریض سے ملاتی ہوں۔آیئے۔

واہق: ڈاکٹر عالیہ......بس کیجئے......بس کیجئے......میں اس وارڈ سے نکلنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر عالیہ: آپ کی مرضی......آیئے......چلتے ہیں۔

واہق: ہاں چلئے......

(پسِ منظر میں قدموں کی آہٹ)

ڈاکٹر عالیہ: آیئے......اب اس وارڈ میں داخل ہوتے ہیں۔

واہق: Ward for Physically Challenged People......(سائین بورڈ
پڑھتے ہوئے)

ڈاکٹر عالیہ: آیئے......اندر آیئے۔

واہق: اس وارڈ میں بھی چھ مریض پلنگوں پر لیٹے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر عالیہ: یہ سب مریض نہ بول سکتے ہیں' نہ سن سکتے ہیں' نہ چل سکتے ہیں اور نہ کھا سکتے ہیں۔
ان کو سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔ہر وقت۔بستر سے اٹھنے کے لئے سہارہ۔کرسی
پر بیٹھنے کے لئے سہارہ......کھانے کے لئے سہارہ بیت الخلا میں جانے کے لئے بھی
انہیں سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔لیکن یہ سب کچھ محسوس کر سکتے ہیں پیار......
بھی......نفرت بھی

واہق: لیکن یہ لوگ یہاں کیوں Admit ہیں

ڈاکٹر عالیہ: انہیں مختلف بیماریاں لگ چکی ہیں۔ یہ دیکھئے یہ بیمار جو بیڈ نمبر 125 پر لیٹا ہے۔ اس کا نام رمیش ہے اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا۔ اس کی عمر ۳۰ سال کے قریب ہے یہ رات کے وقت اپنے پلنگ سے گر کر بُری طرح زخمی ہوا تھا اب اس کی حالت بہتر ہے۔ لیکن کچھ گہرے زخموں کا علاج ابھی چل رہا ہے۔

وامق: لیکن اس کے جسم پر کہیں زخم دکھائی نہیں دیتے!

ڈاکٹر عالیہ: وہ زخم اس کے جسم کے ان حصوں کے آس پاس ہیں جن کو چھپانا واجب ہے اور اس کے زخموں کی Dressing میں خود کرتی ہوں......ایک ماں کی طرح

وامق: کیا ان مریضوں کے والدین یا رشتہ دار ان کے نجی کام یہاں نہیں کر سکتے؟ کیا انہوں نے انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے؟

ڈاکٹر عالیہ: نہیں وامق صاحب! ہم ان مریضوں کے نجی کام بھی خود ہی انجام دیتے ہیں۔ بیمار کے ساتھ تیمارداروں کا رہنا یہاں منع ہے۔

وامق: ڈاکٹر عالیہ......اب مجھے یہاں سے باہر نکال لیجئے۔

ڈاکٹر عالیہ: کیوں......کیا ہوا؟

وامق: میں اور برداشت نہیں کر سکتا

ڈاکٹر عالیہ: کیا؟ کیا برداشت نہیں کر سکتے ہیں آپ؟

وامق: اپنی ذلت: ہاں ڈاکٹر صاحبہ مجھے آپ کی عظمت کا اندازہ ہو چکا ہے۔ چلئے اس وارڈ سے باہر نکلتے ہیں!

ڈاکٹر عالیہ: اچھا تو چلئے۔

(قدموں کی آہٹ)

وامق: ڈاکٹر عالیہ...... میں ایک حقیر انسان ہوں...... کہتے ہیں نا کہ جب اونٹ پہاڑ کے نیچے آتا ہے تب اُسے پتہ چلتا ہے کہ اُس کا قد کتنا چھوٹا ہوتا ہے۔ میں زندگی کو حُسن و جمال کی گہرائیوں میں تلاش کر رہا تھا لیکن آج مجھے پتہ چلا کہ زندگی کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ سکون اور اطمینان قلب کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ آج میرے اندر کا فنکار جاگ اُٹھا، اب میرے فن پاروں کا موضوع حسین چہرے نہیں ہوں گے بلکہ بے رونق صورتیں ہوں گی۔

ڈاکٹر عالیہ: مجھے خوشی ہے کہ آپ کو احساس ہو چکا ہے کہ بنی نوع انسان کی خدمت کرنے میں سکون اور راحت کی ایک ایسی دنیا آباد ہے۔ جس کے راستوں پر اللہ کا نور برستا ہے...... اور اللہ اُجڑے ہوئے بے رونق دلوں میں رہتا ہے۔

وامق: ڈاکٹر عالیہ...... مجھے اُمید ہے کہ آپ نے مجھے معاف کیا ہوگا۔

ڈاکٹر عالیہ: نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں۔ میرے دل میں آپ کے لئے آج بھی عزت ہے اور پہلے بھی تھی۔ کیوں کہ آپ ایک اچھے فنکار ہیں۔

وامق: اب میرا کیمرہ کسی اور چیز کو فوکس کرے گا آپ نے میری سوچ کے سمندر میں ہلچل مچا دی۔

ڈاکٹر عالیہ: مجھے خوشی ہے کہ زندگی کے حوالے سے آپ کا نظریہ تبدیل ہوا ہے اِس سے ہمارے سماج کو فائدہ پہنچے گا۔

وامق: ڈاکٹر عالیہ...... باتیں کرتے کرتے ہم لوگ ہسپتال کی اس Parking تک چلے آئے جہاں پر میری گاڑی کھڑی ہے۔ اب میں اجازت چاہوں گا آپ کا وقت بہت قیمتی ہے۔

ڈاکٹر عالیہ: جی وامق صاحب...... مجھے بھی جلدی ہے ابھی بارہ بجنے میں ۵ منٹ باقی ہیں
مجھے مریضوں کے ڈائیپر تبدیل کرنے ہیں۔
O.K خداحافظ۔

وامق: خداحافظ......
(قدموں کی تیز تیز آہٹ)

ڈاکٹر وحید: ارے میڈم رُکیئے تو سہی......اتنی بھی جلدی کیا ہے؟

ڈاکٹر عالیہ: ارے وحید تم...... یہاں کیا کر رہے ہو...... ہمارے نرسنگ ہوم میں......

ڈاکٹر وحید: ڈاکٹر عالیہ...... میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ تمہارے اس نرسنگ ہوم کے Compound میں۔

ڈاکٹر عالیہ: کیوں......؟

ڈاکٹر وحید: کیوں کہ میں تمہاری Movements کئی ہفتوں سے Watch کر رہا ہوں

ڈاکٹر عالیہ: ہاہاہا Stupid...... مگر کیوں؟

ڈاکٹر وحید: جس شخص کو ابھی ابھی تم نے الوداع کہا ہے۔اس کے ساتھ تمہارا کیا رشتہ ہے؟

ڈاکٹر عالیہ: تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟ میں جس سے چاہوں ملوں۔ تمہیں کیا؟

ڈاکٹر وحید: ڈاکٹر عالیہ۔تم تو کہہ رہی تھی کہ تمہیں پیار' محبت' عشق میں کوئی دلچسپی نہیں۔ پچھلے کئی ہفتوں سے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم وامق سے مسلسل ملتی آ رہی ہو۔

ڈاکٹر عالیہ: اچھا۔تم نے اس نوجوان کا نام بھی معلوم کیا ہے؟

ڈاکٹر وحید: تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں دیوانگی کی حد تک چاہتا ہوں۔تم نے کہا تھا کہ تمہیں پیار محبت اور عشق میں دلچسپی نہیں ہے۔میرے سینے کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی لیکن اب یہ اور بھی بھڑک چکی ہے۔

ڈاکٹر عالیہ: ڈاکٹر وحید! مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں۔ تمہارے سینے یا تمہارے گھر میں آگ لگ جائے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔

ڈاکٹر وحید: ڈاکٹر عالیہ...... میں تمہیں کبھی بھول نہیں سکتا۔ میرے سینے میں تمہاری محبت کا لاوا اُبل رہا ہے لیکن میں نے اس کے نکاسی کے تمام راستے بند کر دیئے تھے کیوں کہ میں یہی سمجھتا رہا کہ تمہاری ڈکشنری میں لفظ ''محبت'' عنقا ہے۔ لیکن اب مجھے لگ رہا ہے کہ تمہارے دل کی لغت میں ''لفظ محبت'' ابھرنے لگا ہے۔

ڈاکٹر عالیہ: ہاں ڈاکٹر وحید...... میرے دل میں محبت کی ایسی فضا قائم ہو رہی ہے جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے...... تم کون ہوتے ہو میرے معاملات میں دخل اندازی کرنے والے۔ جاؤ راستہ کھلا ہے میں بھی دیکھوں کہ تم کیا کر سکتے ہو؟ اب میرا راستہ چھوڑ دو۔

ڈاکٹر وحید: راستہ چھوڑ رہا ہوں ہاہاہا...... لیکن...... یہ راستہ اُس مقام پر ختم ہو جائے گا جہاں پر تمہیں اپنی صورت سے بھی نفرت ہو جائے گی۔

ڈاکٹر عالیہ: جاؤ اپنے تمام زور آزمالو...... ڈاکٹر عالیہ کی ہمت نہیں ٹوٹے گی۔ خدا حافظ۔

ڈاکٹر وحید: ہاہاہا...... چلی گئی...... ہاہاہا...... اب میں اپنے سینے کا دریچہ کھولتا ہوں اور باہر آئے گا اُبلتا ہوا لاوا۔ لاوا...... ہاہاہا...... جو کسی کی صورت کو مسخ کرے گا۔ ہاہاہا...... ہاہاہا...... ہاہاہا

تھوڑی سی موسیقی

............☆☆☆............

(Change over)

سین (۷)

وامق: (Overlap) خود کلامی:

بہت تھک چکا ہوں۔ یہ کسرت بھی بہت تھکاتی ہے۔ آ! اب میں آرام سے صوفے پر بیٹھتا ہوں...... آ...... بیٹھ گیا۔ اس بند کمرے میں صوفے پر...... آ! اب اپنے یہ پسینے پونچھتا ہوں۔ پسینے تو صاف ہو گئے...... اس یخ بستہ موسم میں ورزش کا مزہ ہی کچھ اور ہے...... آ...... ! اب میں اخبارات دیکھتا ہوں اکثر اخباروں کی سرخیاں موڈ ہی خراب کر دیتی ہیں۔ فقط بُری خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ پہلے یہ اخبار اُٹھاتا ہوں...... ہاں ...... شہر کی ایک (پڑھتے ہوئے) معروف لیڈی ڈاکٹر پر تیزاب چھڑک دیا گیا۔ لیڈی ڈاکٹر کا چہرہ 70% (ستر فیصدی) متاثر۔ ''O! my God''

''اب ذرا تفصیل بھی دیکھ لوں'' سرینگر۔ ''کل شب شہر کی معروف لیڈی ڈاکٹر جس کا نام ڈاکٹر عالیہ بتایا جاتا ہے پر تیزاب چھڑک دیا گیا یہ حملہ کسی اوباش نوجوان نے نہیں کیا بلکہ شہر کے معروف معالج ڈاکٹر وحید نے کیا ہے۔ انسپکٹر جنرل آف پولیس کے مطابق شیطان صفت معالج کو گرفتار کیا جا چکا ہے نیشنل ہسپتال کے Superintendent نے پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ ڈاکٹر عالیہ اب خطرے سے باہر ہے لیکن چہرہ 70% جھلس چکا ہے''۔ او میرے خدا یہ کیا ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر عالیہ جیسی نیک سیرت لڑکی کا بھی کوئی دشمن ہو سکتا ہے؟

(تھوڑی سی موسیقی۔ جس میں غم ہی غم ہو)

(Change over)

............☆☆☆............

سین (۸)

ڈاکٹر کمال احمد: ڈاکٹر صاحب! آپ کے ہسپتال میں میری پھول جیسی بچی زیرِ علاج ہے۔اور آپ اس ہسپتال کے سربراہ ہیں۔آپ کو جتنی دولت چاہیئے میں دینے کے لئے تیار ہوں لیکن میں اپنی بچی کا پھروہی، کھلا،کھلا سا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔وہی خوبصورت چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں جسے دیکھ کر چاند کو رشک آتا تھا۔

ڈاکٹر سبھاش کول: ڈاکٹر کمال احمد صاحب...... میں جانتا ہوں کہ آپ کی کیا حالت ہے۔ہم کوشش کرر ہے ہیں کہ آپ کی بیٹی کا چہرہ پھر سے پھول کی طرح، کھل اُٹھے۔لیکن ہم انسان ہیں ہم فقط کوشش کر سکتے ہیں کل ہمارے ہسپتال میں ہندوستان کے ۵ بڑے پلاسٹک سرجنوں کی میٹنگ ہو رہی ہے اس کے بعد ہی فیصلہ کیا جائے گا......ڈاکٹر صاحبان کل تک پہنچ جائیں گے۔

ڈاکٹر کمال احمد: کیا فیصلہ کیا جائے گا...... پوری دنیا کی نظریں آپ کے ہسپتال پر لگیں ہوئیں ہیں۔مرکزی حکومت میڈیا پر بیانات دے رہی ہے۔ریاستی حکومت بھی آنسو بہا رہی ہے۔لیکن آپ کہہ رہے ہیں کہ فیصلہ ابھی ہونا باقی ہے۔

ڈاکٹر سبھاش کول: دیکھئے ڈاکٹر صاحب آپ خود بھی ایک معالج ہیں۔آپ سمجھ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر کمال احمد: ڈاکٹر سبھاش کول صاحب۔ میں اس وقت فقط ایک بچی کا باپ ہوں اور کچھ نہیں

ڈاکٹر سبھاش کول: ڈاکٹر صاحب...... آپ ہمت سے کام لیں...... آپ کی بچی کی ہمت کو میں سلام کرتا ہوں۔ وہ پُر امید ہے۔

اور پُر سکون بھی۔ آپ کی ہمّت کیوں جواب دے رہی ہے۔ سب ٹھیک ہوگا۔

She has been put on steroids and antibiotics till doctor's team decide about reconstruction operation. Patient may need almost 70% of skin grafting.

(تھوڑی سی موسیقی غم میں ڈوبی ہوئی)

(Change over)

............☆☆☆............

سین (۹)

ڈاکٹر عالیہ: واہق صاحب۔آپ یہاں آئے ......شکریہ...... مجھے بہت خوشی ہوئی۔

واہق: ڈاکٹر عالیہ۔آپ کے ساتھ ایسا کیوں ہوا۔میں حیران ہوں کوئی آپ جیسے لوگوں کا بھی دشمن ہوسکتا ہے؟ ڈاکٹر عالیہ آپ نے مجھے جینے کا ایک نیا راستہ دِکھایا۔اب میں خوبصورتی کے نئے نئے پہلو تلاش کر رہا ہوں اور انہیں فن کے ذریعے اپنے چاہنے والوں تک پہنچا رہا ہوں۔میں آپ سے ایک بات کہنے آیا ہوں۔

ڈاکٹر عالیہ: ہاں فرمایئے......؟

واہق: میں آپ کا انتظار کروں گا آپ کے زخم ٹھیک ہونے تک۔

ڈاکٹر عالیہ: کس بات کا انتظار؟

واہق: میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر عالیہ: ہاہاہا......شادی اور مجھ سے...... واہق صاحب...... میرا چہرہ بے رونق ہو چکا ہے 70% فیصدی جھلس چکا ہے اور اوپریشن کے بعد بھی میرے چہرے پر بدنما اور بدرنگ داغ باقی رہیں گے جو آپ کے ذوقِ جمال کی ملامت کرتے رہیں گے۔

واہق: ڈاکٹر عالیہ۔میرے ذوقِ جمال کا مذاق اب بدل چُکا ہے۔میں آج بھی آپ میں ایک خوبصورت اور خوب سیرت عورت دیکھ رہا ہوں۔

(اب ایک نرس اندر آتی ہے۔ دروازہ کھلنے کی آواز)

نرس: میڈم۔ آپ یہ Uniform پہن لیجئے۔ آپ کا Operation تھیٹر میں انتظار ہو رہا ہے۔ ساری تیاریاں ہو چکی ہیں۔ چلئے میڈم میں Uniform پہناتی ہوں۔ اور ہاں مسٹر...... آپ باہر تشریف لے جائیں Waiting روم میں اور بھی لوگ موجود ہیں آپ بھی وہیں انتظار کر سکتے ہیں

وامق: Yes! Sister...... ڈاکٹر عالیہ آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔

ڈاکٹر عالیہ: ابھی میں آپ کے سوال کا جواب نہیں دے سکتی کیونکہ میں اس وقت جذبات کے سمندر میں بہہ رہی ہوں...... اِن حالات میں فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ کہیں میری خودغرضی آپ کے پاؤں کی زنجیر نہ بن جائے اور کہیں میرے ارادوں کے قدم کمزور نہ پڑ جائیں۔ ان سوالوں پر میں اطمینان اور سکون کے ساتھ غور کروں گی میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں، پھر آپ کے سوال کا جواب دوں گی۔

وامق: آپ کی حالت اگر چہ ٹھیک نہیں ہے لیکن آپ اس وقت پُر سکون بھی ہیں پُر اعتماد اور پُر اطمنان بھی By The Way میں آپ کے فیصلے کا منتظر رہوں گا۔

خُدا حافظ

''اختتام''

............☆☆☆............

قاتل لمحے

فہرست کردار:۔

اشخاص:۔ عمر:۔

اشخاص	عمر	
۱۔ سروش	20-25 سال	ایک طالب علم
۲۔ منان	-do-	سروش کا دوست (طالب علم)
۳۔ برجیس	-do-	سروش کا دوست (طالب علم)
۴۔ ڈائینا	-do-	ایک مغربی لڑکی (اُردو انگریزی تلفظ کے ساتھ بولتی)
۵۔ ہیلن	-do-	-do-
۶۔ ماریہ	-do-	-do-
۷۔ مہک	-do-	منان کی گرل فرینڈ
۸۔ آصفہ	-do-	برجیش کی گرل فینڈ
۹۔ رمیش	-do-	(گوا میں دکاندار کا ملازم)
۱۰۔ گاہک	(کسی بھی عمر کا)	(ایک خریدار)
۱۱۔ ساحل	30-35 سال	(برجیش کا cousin جس کی گوا میں کشمیر آرٹ کی دکان ہے)

سین (۱)

ایک ہلکی گاڑی تیز رفتار کے ساتھ چل رہی ہے۔ تھوڑی دیر تک فقط گاڑی چلنے کی آواز......پسِ منظر میں Fast میوزک کے ساتھ ایک فلمی گانا بھی بج رہا ہے......پھر زوردار قہقہوں کی آوازیں......مردانہ اور نسوانی آوازوں میں......

سروش: منان please گاڑی آہستہ چلاؤ (گھبرائے ہوئے)

(گاڑی کی آواز پسِ منظر میں)

منان: ڈرپوک کہیں کا......

برجیس: ہاہاہا......سروش زندگی زندہ دلی کا نام......

منان: مردہ دل مردہ باد

برجیس: ہاہاہا......ہاہاہا......

آصفہ: ہاہاہا......ہاہاہا......

مہک: ہاہاہا......ہاہاہا......

(گاڑی کی سپیڈ اور تیز......)

سروش: منان مجھے یہیں چھوڑ دو please

مہک: سروش......تم تو بڑے ڈرپوک ہو......

آصفہ: ہاہاہا......سروش......مرد بنو مرد

برجیس: سروش......دیکھا ایک عورت تمہیں بزدل کہہ رہی ہے

سروش: برجیس(اونچی آواز میں

سبھی قہقہے بلند کرتے ہیں)

سروش: منان...... Now stop the car

منان: سروش......ہمارا کالج آرہا ہے......ہم تمہیں اگلے موڑ پر چھوڑ دیں گے۔

(کار کی سپیڈ اور تیز اور تھوڑی دیر کے بعد کار بریک کی آواز کے ساتھ رُکتی ہے)

منان: سروش......اب تم گاڑی سے اُتر سکتے ہو......

سروش: تم لوگوں کو کالج نہیں آنا ہے کیا؟

(سبھی قہقہے بلند کرتے ہیں)

برجیس: کالج تم جیسے بچوں کے لئے ہے......جاؤ بیٹا اُتر جاؤ گاڑی سے......"A-B-C پڑھنے کے لئے" (ہکلانے کی acting کرتے ہوئے)

(سبھی ہنستے ہیں)

منان: سروش جاؤ اور ہاں ہماری بھی پروکسی کرنا......ہم موج مستی کرنے کے لئے جارہے ہیں۔

(موسیقی)

Change over

سین (۲)

(چائے پینے کی آوازیں...... پیالیوں کے آپس میں ٹکرانے کی آوازیں)

منان: (چائے کا گھونٹ پیتے ہوئے) بھئی واہ سروش تمہاری ممی چائے بہت اچھی بناتی ہے

برجیس: بالکل......سروش کے یہاں چائے پینے کا مزہ ہی کچھ اور ہے......اور یہ پکوڑے دیکھو کتنے لذیذ ہیں......

سروش: یہ بھی میری ممی کے ہاتھوں سے بنے ہیں......

منان: واہ! واہ......تمہارے نانا کہیں حلوائی تو نہیں تھے......

(سبھی ہنستے ہیں)

سروش: shut up......میرے نانا اپنے زمانے میں مشہور بیوپاری تھے......

منان: ہاں ہاں......میں نے بھی سُنا ہے وہ بیوپاری تھے

برجیس: مگر کس چیز کے؟

منان: بالوں کے

برجیس: بالوں کے؟ (حیرانگی کا اظہار)

منان: ہاں ہاں بالوں کے......نائی جو تھے......

سروش: shut up......بدتمیز......اب مجھ سے خاموش نہیں رہا جاتا......اب میں کہوں گا......ہاں میں کہوں گا

برجیس: کیا؟ کہونا......؟

سروش: منان کے دادا جی چپراسی تھے...... مجھے سب پتہ ہے......

منان: ہوسکتا ہے؟

سروش: ہوسکتا ہے نہیں بلکہ وہ چپراسی ہی تھے......

منان: لیکن برجیس پتہ ہے میں نے کیا سُنا ہے؟

سروش: کیا سُنا ہے...... کیا سُنا ہے...... میں بھی تو سُنوں؟

منان: کہیں تم ناراض......"

برجیس: نہیں یار بتادو...... اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟

منان: نہیں یار...... سروش پھر ناراض ہو جاتا ہے......

سروش: مَہ مُہ...... میں کیوں ناراض ہونے لگا......؟

منان: اب جب تم کہتے ہو تو میں بتا ہی دیتا ہوں...... دیکھو ناراض نہیں ہونا...... ہاں......"

سروش: نہیں ہرگز نہیں......

برجیس: نہیں منان...... تم خوامخواہ ڈر رہے ہو سروش بڑا بہادر انسان ہے یہ ناراض ہونے والوں میں سے نہیں ہے۔

منان: چلو پھر بتادوں...... میں نے سُنا ہے کہ سروش کے دادا نے اپنی بیوی کو پہلے اغوا کیا تھا اور پھر اُس کے ساتھ شادی کر لی تھی

برجیس: منان...... دیکھو یہ اچھی بات نہیں ہے...... تمہیں اس راز کو راز ہی رکھنا چاہئے تھا۔

سروش: shut up -shut up- تم دونوں میرے دشمن ہو...... دشمن......

منان: تم خوامخواہ ناراض ہو رہے ہو...... ہم تو مذاق کر رہے ہیں

سروش: دیکھو منان مجھے تمہارے یہ بے ہودہ مذاق اچھے نہیں لگتے

برجیس: چلو...... سروش...... ہم سے غلطی ہو گئی...... اب ہم تمہارا ذائقہ بدلنے کے لئے تمہیں اپنی محبتوں کی کہانیاں سُنائیں گے

سروش: مجھے تمہاری پریم کہانیوں میں کوئی دلچسپی نہیں

برجیس: تمہیں نہیں تو نہ سہی......ہم آپس میں پریم کہانیوں کا پریم بانٹتے ہیں۔

منان: ہاں! برجیس کل کا دن کتنا سُہانا تھا......

برجیس: ہاں یار......کل ہم ایک long drive پر چلے گئے......سروش کو کالج کے گیٹ پر کیا چھوڑا......کباب میں سے جیسے ہڈی نکل گئی......ہاہاہا

منان: ہاہاہا......

برجیس: پھر پریم کہانیاں شروع ہوئیں......بھئی منان یہ بات تو تمہیں ماننی پڑے گی کہ میری محبوبہ آصفہ کی زلفیں رات کا سماں پیش کرتی ہیں......بھری دو پہر میں کل رات ہو گئی تھی......کالے بادلوں کے درمیان چودھویں کا چاند میری آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

منان: ارے چھوڑو......یار......میری مہک کی خوشبو سے ساری فضا مہک رہی تھی......باغوں میں پھولوں کی مہک کو جب میری مہک کے آنے کا گماں ہوا تو گُلوں کی مہک نے مہکنا چھوڑ دیا تھا۔

سروش: (Overlap)۔

او......My God.......یہ دونوں میرے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہیں کاش......مجھے بھی کسی لڑکی سے محبت ہوتی......! میں بھی انہیں اپنی محبت کی کہانیاں سُناتا......ان کے دل میں بھی آگ لگ جاتی......آخر میں کِسی لڑکی کو شیشے میں کیوں نہیں اُتار پاتا......کیا وجہ ہے......کیا میں بزدل ہوں؟

Change over

(موسیقی)

(۳)

(ایک پُرانا فلمی نغمہ بج رہا ہے)

برجیس: یار اس کالج کینٹین میں ہم لوگ اس سال کی آخری چائے پی رہے ہیں

(فلمی نغمہ پسِ منظر میں......مکالمے شروع ہوتے ہی)

سروش: بالکل......

منان: کیوں؟

برجیس: ہاہاہا

سروش: ہاہاہا......منان تم بھی کمال کرتے ہو......تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ کل سے سرمائی چھٹیاں شروع ہورہی ہیں

منان: چھوڑو یار...... مجھے اِن چھٹیوں میں کوئی دلچسپی نہیں

سروش: ایسا کیوں؟

منان: میرے لئے تو ہر دن چُھٹی کا دن ہے...... جب جی چاہا کالج آگیا ......مُوڈ بنا تو کلاس attend کیا......نہیں تو موج مستی کرنے کے لئے مابہ دولت کو کون روک سکتا ہے؟

برجیس: منان......تمہارے کمرے کی دیوار پر جو کلنڈر ٹنگا ہوا ہے اُس پہ چھٹیوں کی تاریخیں سُرخ سیاہی سے دکھائی گئیں ہیں لیکن ہمارے کلنڈر کی ہر تاریخ پر سُرخ ہونٹوں کی لالی چھائی ہوئی ہے۔ ہمارا کلنڈر حسینائیں حنائی اُنگلیوں سے خود مُرتب کرتی ہیں......

سروش: تمہیں اب پتہ چلے گا......تم لوگوں کو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ملے گی......سمجھے......

منان: کیوں میرے لعل؟

برجیس: ہم لوگ اس کالج کے طالب علم نہیں ہیں کیا؟ ہم فیس ادا نہیں کرتے ہیں کیا؟

سروش: طالب علم تو تم لوگ اسی کالج کے ہو لیکن اسیر تم لوگ کسی اور کی زلفِ گرہ گیر کے ہو

برجیس: مبارک ہمیں ایسی تقدیر ہو......ہاہاہا......

منان: ہاہاہا......سروش تم نے یہ نہیں بتایا کہ ہم امتحان میں کیوں بیٹھ نہیں سکتے؟

سروش: کیوں کہ ہر ایک Teacher کے shortage list میں تم لوگ Top کر رہے ہو......

منان: ہاہاہا......

برجیس: ہاہاہا......میرے راجہ......تم نے وہ کہاوت نہیں سُنی ہے کیا؟

سروش: کہاوت؟

برجیس: ہاں میرے راجہ......ہاتھی کے دانت کھانے کے اور اور دکھانے کے اور

منان: ہاہاہا......سمجھے میرے راجہ......یہ shortage لسٹ اس لئے بنائے جاتے ہیں تا کہ تم جیسے بے وقوف طالب علموں کو ڈرایا جائے......

برجیس: میرے راجہ......ہم تمہارے ان ٹیچروں کے پرائیویٹ کوچنگ سنٹروں پر tution لیتے ہیں۔

منان: وہ بھی برائے نام......وہاں ہم عشق لڑاتے ہیں......ہاہاہا......ہاہا......ہاہاہا......

(Change over)

موسیقی

(۴)

(پیالیوں کے ٹکرانے کی آوازیں......چائے کا دور چل رہا ہے)

سروش: یار منان......تمہاری ممی نے مجھے ابھی باہر پکڑا

منان: کب؟

سروش: ابھی یار......جب ہم لوگ تمہارے کمرے کی طرف آ رہے تھے۔

منان: کیوں؟

سروش: کہہ رہی تھی......کہہ رہی تھی......"

منان: کہو بھی یار......کیا کہہ رہی تھیں؟ (گھبراتے ہوئے)

سروش: کہہ رہی تھی کہ منان پڑھائی میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے......اُسے سمجھاتے کیوں نہیں ہو......

منان: چھوڑ یار......کوئی اور بات کر

سروش: منان...... پڑھائی سے اتنا جی چُرانا بھی ٹھیک نہیں

برجیس: میرے راجہ......تم ہمیں نصیحت کا زہریلا جام پلا رہے ہو......اور تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم اسے قند سمجھ کر پی لیں گے......

سروش: نہیں یار......میں تم لوگوں کو نصیحت نہیں کر رہا ہوں بلکہ تم لوگوں کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔
موج مستی بھی ٹھیک ہے......لیکن ماں باپ نے ہمارے حوالے سے کچھ سپنے دیکھیں ہیں

منان: پھر کیا ہم اپنے والدین کے سپنوں کی خاطر اپنی آنکھیں پھوڑ ڈالیں......ہمارے بھی
کچھ خواب ہیں......

سروش: خواب دیکھنا ہر ایک شخص کا پیدائشی حق ہے لیکن......''

برجیس: سروش اب اپنا یہ لیکچر بند کرو...... please......کیوں رنگ میں بھنگ ڈالتے ہو......

سروش: o.k......مجھے جو کہنا تھا میں نے کہہ دیا حالانکہ تم لوگوں نے مجھے سب کچھ کہنے نہیں
دیا......لیکن مجھے اُمید ہے میری بات تم سمجھ گئے ہوں گے......

منان: آج کی رات بہت حسین ہوگی میرے لئے

برجیس: کیوں آج کی رات میں ایسا کیا ہے؟

منان: آج مہک کی مامی گھر جا رہی ہے

برجیس: مہک کی مامی گھر جا رہی ہے اور خوشی تمہیں ہو رہی ہے

منان: اور نہیں تو کیا......مہک کی مامی مہک کے کمرے میں ہی سوتی تھی

برجیس: او......اب میں سمجھا......رات کی ملاقاتوں میں خلل پڑا ہوگا

منان: خلل ہی نہیں بلکہ رات کی ملاقاتیں منقطع ہوگئی تھیں......

برجیس: پھر تو آج رات ملاقات کا سلسلہ پھر سے شروع ہوگا

منان: آج رات مہک کا فون switch off نہیں آئے گا......

برجیس: اِن ملاقاتوں میں کتنی لذّت ہے ہائے ''میرے راجہ تو کیا سُن رہا ہے''......دیکھو اچھے بچے
بڑوں کی باتیں نہیں سُنا کرتے......

منان: سروش تو بالکل اناڑی ہے......کئی لڑکیاں اس پر جان و دل سے فدا ہیں......بھئی یہ تو ماننا
پڑے گا یہ لڑکا ہم سے زیادہ smart ہے برجیس وہ مہک کی friend ہے نا؟......

برجیس: کون......وہ لمبی سی؟

منان: ہاں یار وہی......عشرت......اس نے مہک سے کہا تھا کہ مجھے سروش سے دوستی کروا دے......میں نے سروش کو ساتھ لیا۔ مہک سے ملنے چلے گئے اُس کے ساتھ عشرت بھی تھی لیکن اس گدھے نے سب کچھ چوپٹ کر دیا......اس کے ہاتھ پاؤں کانپ اُٹھے......

برجیس: ہائے......کاش مجھے ایسا chance ملا ہوتا......میرے راجہ تم تو سچ مچ اناڑی ہو......تم لڑکی سے دوستی تو کرنا چاہتے ہو لیکن ہمت نہیں ہے تم میں......اپنے اندر ہمت پیدا کرو ہمت......

موسیقی

(change over)

سین (۵)

برجیس: یار تمہیں نہیں لگتا ہے کہ سردی میں بہت اضافہ ہوا ہے

منان: کیوں نہ لگے......ہم کیا انسان نہیں ہیں

سروش: برجیس......چلہ کلان ایک ہفتے کے بعد اپنی تشریف آوری سے نواز رہا ہے

برجیس: سروش......میرے پاس ایک plan ہے

سروش: کون سا پلان؟

برجیس: سردی سے بچنے کا

منان: تمہارے پاس کیا کوئی مصنوعی سورج ہے جس کی حرارت ہمیں اس سردی سے نجات دلا سکتی ہے

برجیس: منان......ہم دس پندرہ دن کے لئے گوا جائیں گے......چھٹیاں منانے

منان: نیکی اور پوچھ پوچھ......تمہارا cousin ساحل گوا (Goa) میں ہی ہے نا؟

برجیس: ہاں......وہ مجھے کل فون کرر ہا تھا......کہہ رہا تھا کہ یہاں موسم بہت اچھا ہے چلے آؤ......اپنے دوستوں کو بھی ساتھ لے آؤ......اُس کا اپنا فلیٹ ہے وہاں

سروش: پھر تو بہت مزہ آئے گا......میں نے سمندر فلموں میں دیکھا ہے......اِسی بہانے روبرو سمندر بھی دیکھ لوں گا......سُنا ہے تمہارے cousin کی وہاں پر کشمیر آرٹ کی بہت بڑی دکان ہے......

برجیس: ہاں سروش......اُن کی دکان بھی بڑی ہے اور دل بھی ......میں آج ہی پرسوں کی flight کی تین ٹکٹیں Book کرتا ہوں......

موسیقی

(change over)

(۶)

(ہوائی جہاز کے Runway پر چلنے کی آواز......پھر جہاز اڑان بھرتا ہے (آواز......)

(پسِ منظر میں جہاز چلنے کی آواز)

منان: ارے سروش تم نے یہ safety belt کھولا کیوں نہیں......
تم نے announcement نہیں سُنی کیا......؟

سروش: Announcement میں کہا گیا کہ اب آپ سر کشا پیٹی کھول سکتے ہیں۔ یعنی ہم اسے مسلسل باندھے بھی رکھ سکتے ہیں۔ اس میں ہماری مرضی کے ساتھ ساتھ تحفّظ بھی شامل ہے۔

منان: سروش تم سے بحث کرنا فضول ہے

برجیس: منان......یہ تو سر درد ہے اس کے ساتھ بات کرنے سے پہلے سر درد کی ایک گولی کھا لینی چاہئے ......میرے راجہ......پھونک پھونک کر ہر قدم اُٹھاتے ہو......ہم گوا پہنچنے والے ہیں......وہاں چل کر تمہیں آزمالوں گا......دیکھتا ہوں کب تک اپنے آپ کو بچاؤ گے ایک طرف آگ ہے دوسری طرف ایک گہری کھائی ہے ذرا سا بھی پیر ڈگمگایا تو خطرے میں پڑ گئے......

منان: سروش) برجیس کے کہنے کا مطلب ہے گوا میں ایک طرف عیش و عشرت ہے تو دوسری طرف قاتل حسیناؤں کے جلوے۔

(اب ہوائی جہاز کا شور پسِ منظر ہیں)

(موسیقی)

Change over

(۷)

(سب لوگ قہقہے بلند کرتے ہوئے)

ساحل: چلو آج بہت دنوں کے بعد اِس فلیٹ میں قہقہوں کی گونج سنائی دی

سروش: ساحل! کیا اس فلیٹ میں آج سے پہلے ہنسنے پر پابندی تھی؟

ساحل: نہیں سروش...... ایسا بالکل نہیں ہے...... اگر کوئی تنہائی میں قہقہے بلند کرے تو اس کی جگہ اِس فلیٹ میں نہیں ہوگی۔

برجیس: پھر کہاں ہوگی مسٹر ساحلِ

ساحلِ: پاگل خانے میں...... ہاہاہا

(سبھی ہنستے ہیں)

منان: کیا تم دکان پر بھی نہیں ہنستے ہو۔

ساحل: منان میرے بھائی...... یہاں ہنسی مذاق کے لئے وقت ہی کس کے پاس ہے...... صبح و شام کام ہی کام...... آج اتوار ہے اسی لئے اس فلیٹ کی تنہائیوں سے لپٹا ہوا تھا کہ اسی میں تم لوگوں نے مجھے تنہائیوں کی زنجیر سے آزاد کر دیا...... ہمارے یہاں تو محبت کے دریا بہتے ہیں یہاں والدین کو بھی اپنے بچوں سے اپنے حصے کی محبت خریدنا پڑتی ہے...... بچوں کے پاس وقت ہی نہیں ہے جو وہ اپنے والدین پر نچھاور کریں۔

سروش: آخر یہاں کے لوگ اتنے سنگ دل کیوں ہیں؟

ساحل: سروش میرے بھائی......در اصل یہاں کے لوگوں نے پوری طرح سے European کلچر اپنالیا ہے۔

سروش: لیکن یورپین کلچر میں مثبت پہلو بھی ہیں۔

ساحل: لیکن یہاں کے لوگوں نے زیادہ تر منفی پہلوؤں کو ہی گلے سے لگایا ہوا ہے......مغربی تہذیب کی تمام برائیوں کو ان لوگوں نے اپنا شعار بنالیا ہے......یہ سماج جو ظاہر میں بہت ہی خوبصورت دکھائی دے رہا ہے لیکن اندر سے یہ اتنا ہی بدصورت اور بدنما ہے......

منان: چھوڑو بھی ساحل......ہمیں اس سماج سے کیا لینا ہے۔ ہم تو دس پندرہ دنوں کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے

ساحل: جانتا ہوں......خیر......اوپر والی منزل کی صفائی ہو رہی ہے تم لوگ تمام کمرے استعمال کر سکتے ہو اور وہاں سے سمندر کا نظارہ بھی کر سکتے ہو......یہاں کا Sunrise اور Sunset قابلِ دید ہے......

تھوڑی سی موسیقی

(Change over)

(۸)

(پسِ منظر میں باتیں)

گاہک: (مردانہ آواز) What is the size of this beautiful carpet:
(انگریزی تلفظ کے ساتھ)

ساحل: 4 into 6

گاہک: 4 into 6 (حیرانگی کا اظہار)

ساحل: Sir, I mean, 4 feet six feet

گاہک: How much it costs -o.k

ساحل: Twenty thousand rupees

گاہک: Please pack it

منان
برجیس } اسلام علیکم (ایک ساتھ)
سروش

ساحل: وعلیکم اسلام...... Excuse me sir

گاہک: o.k......

ساحل: کیوں بھئی......گھوم آئے

برجیس: ہاں ساحل......آج ہم بہت تھک گئے......

منان: آج ہم نے پورا دن سمندر کے کنارے گزارا......

سروش: ساحل......سمندر کے ساحل پر سورج ڈوبنے کا نظارہ سچ مچ بہت خوبصورت ہوتا ہے۔

ساحل: سورج تو ہر جگہ ڈوبتا ہے لیکن یہاں بڑی خوبصورتی اور نزاکت کے ساتھ ڈوبتا ہے......رمیش......رمیش......

رمیش: جی صاحب جی......

ساحل: 4x6 سائیز والا قالین۔pack کردو......

رمیش: کون سا......صاحب جی

ساحل: وہ،وہ......Mughal darbar والا

رمیش: جی صاحب جی......

ساحل: Sir your carpet is getting packed

گاہک: thank you

(موسیقی)

(change over)

(۹)

ساحل: آج اتوار ہے......اتوار کے دن میں اس فلیٹ پر بہت اُداس ہوا کرتا تھا۔لیکن جب سے تم لوگ یہاں آ گئے......یہ فلیٹ گھر میں تبدیل ہو چکا ہے......

سروش: ساحل ہمیں بھی تمہارے پاس آ کر خوشی محسوس ہو رہی ہے......لگتا ہے کہ ایک گھر چھوڑ کر ہم دوسرے گھر میں آ گئے ہیں......

منان: ساحل! یہ سب تمہاری چاہتوں کا نتیجہ ہے

برجیس: اس میں کیا شک ہے......ساحل کی چاہتوں نے ہمارے تمام خاندان کو محبت کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے ورنہ رشتوں کی مالا کب کی بکھر گئی ہوتی......

ساحل: نہیں میرے بھائی......ایسا کچھ نہیں ہے نیکی دراصل تمہارے جذبوں میں ہے۔جس کی وجہ سے ہمارا خاندان جُڑا ہوا ہے ورنہ آج کل بھائی اور بھائی کے بیچ فاصلوں کی دیوار بلند سے بلند تر ہو رہی ہے......

منان: ساحل......سچ تو یہ ہے کہ ہمیں تمہاری محبت نے تمہارا غلام بنا دیا ہے

ساحل: نہیں، ایسا نہیں کہتے......محبت کی بیل جب پیار کے آبِ حیات سے سیراب ہو جاتی ہے تو یہ پھر سفیدے کے درخت سے بھی لپٹ جاتی ہے

منان: ہمیں یہاں آئے ہوئے پورے دس دن ہو گئے ہیں مگر لگتا ہے کہ جیسے آج ہی آئے ہیں......

سروش: ساحل...... چند دنوں کے بعد ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں گے لیکن تمہاری یادوں سے یہ دل ہمیشہ آباد رہے گا

ساحل: یارو...... رکو ابھی...... گھر میں کیا کرنا ہے ابھی سرمائی چھٹیاں چل رہی ہیں......

منان: نہیں ساحل: ہم صرف پندرہ دنوں کے لئے آئے ہیں

سروش: گھر والوں نے فقط پندرہ دنوں کے لئے اجازت دی ہے

ساحل: پھر میں تم لوگوں کو نہیں روکوں گا...... کیوں کہ والدین کی اجازت کے بغیر تم لوگوں کا یہاں رُکنا مناسب نہیں ہوگا۔

(موسیقی)

(Change over)

(۱۰)

سروش: منان ......فرنگی لڑکیوں والی بات ساحل سے مت کہنا Please......

منان: نہیں یار...... میں پاگل ہوں کیا؟ ......میں اُس کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتا نہ تم لوگوں کو گرانا چاہتا ہوں......

برجیس: میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ سروش کبھی کسی لڑکی کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلے گا......

منان: اور لڑکی بھی ایسی کہ، جیسے آسمان سے اُتری ہوئی حور...... سبز آنکھیں، دراز سُنہری زلفیں، سڈول جسم اور سرخ و سپید رنگت ......

برجیس: سروش تو آغاز میں لڑکیوں کی طرح شرما رہا تھا......لیکن اُس فرنگی لڑکی نے سروش کی شرم و حیا کے فولاد کو اپنی محبت کی گرمی سے پگھلا دیا۔

سروش: اپنے بارے میں تم لوگ کچھ بھی نہیں کہہ رہے ہو تم لوگوں نے بھی اپنی فرنگی محبوباؤں سے خوب باتیں کیں......

منان: ہماری بات اور ہے ہم تو اس میدان کے وہ کھلاڑی ہیں جنہوں نے کبھی گھاس سے دوستی نہیں کی......

برجیس: تم لوگ مجھے دعائیں دیدو......سمندر کے کنارے میں نے ہی اُن تین لڑکیوں سے دوستی کی شروعات کی......

منان: سمندر کے کنارے کا ذکر چھڑا تو مجھے یاد آیا کہ آج ہمیں اُن لڑکیوں سے سمندر کے کنارے ملنا ہے......چلو چلتے ہیں

موسیقی

(Change Over)

(۱۱)

(سمندری لہروں کے کنارے سے ٹکرانے کی آوازیں)

منان: Dyna......تم لوگوں کو گوا میں کتنے سال ہو گئے؟

ڈائینا (دوسال) ڈوشال (انگریزی تلفُّظ کے ساتھ)

منان: تم لوگ تو ہندوستانی بہت اچھا بول لیتی ہو

ڈائینا منان......یورپ کے لوگ بہت Intelligent ہوتے ہیں۔

منان: ہم لوگ کل کشمیر واپس جا رہے ہیں

ڈائینا: What do you say - O! MANAN......ابھی تھوڑا دن رُک لو

(سمندر کی لہریں بلند تر ہو رہی ہیں......آوازیں)

سروش: ہیلن......میں آج کے اس لمحے کو کبھی نہیں بھول سکتا......اُدھر دُور افق پر سورج جیسے سمندر میں ڈُبکی لگا رہا ہے جیسے سورج کو کسی نے لہولہان کر دیا ہو اور یہ اپنے جسم سے خون کی سُرخی دھونے کے لئے سمندر میں ڈُبکی لگا رہا ہو......

ہیلن: سروش You are talking like poet......تم (Tum) بہت مختلف ہو......(انگریزی تلفُظ میں) you are different......میں تمہارے سامنے ہوں اور تم سورج کی تعریف کرتے ہو......ہم دونوں کو سمندر کی لہروں نے اپنی آغوش میں لیا ہوا ہے۔ میں نیم عُریاں ہوں اور تم بھی......دونوں کے جسم بھیگے ہوئے......
(سمندر کی لہروں کا شور پیش منظر میں)

برجیس: ماریہ...... I love you (لہروں کا شور پسِ منظر میں مسلسل)

ماریہ: I love you too

برجیس: سمندر کی لہریں ہمارے سروں کے اوپر سے گزر رہی ہیں نیچے ہمارے جسم ایک انجانی آگ سے جل رہے ہیں......

ماریہ برجیس دیکھو! سورج ڈوب چکا ہے......اندھیرا ہو رہا ہے

برجیس: لیکن ماریہ......وہ دیکھو دُور دُور تک سمندر کا کنارہ پھر سے روشن ہو چکا ہے......

ماریہ: برجیس...... یہ لائیٹ lamp posts کی لائیٹ ہے......Beautiful

برجیس: لیکن ہماری محبت کی روشنی مصنوعی نہیں ہے

ماریہ: تم لوگ تو کل جا رہے ہو...... کچھ دن نہیں رک سکتے کیا؟

برجیس: نہیں ماریہ ہمیں کل ہی جانا ہوگا

ماریہ: تو پھر ہم آج کی رات ایک ساتھ رہیں گے......ایک ہی ہوٹل میں ایک ہی کمرے میں......

برجیس: لیکن میرے دوست......"

ماریہ: ہم سب ایک ہی ہوٹل میں اس خوبصورت رات کو بسر کریں گے کسی Five star ہوٹل کے تین کمروں میں محبت کے سمندر میں طوفان آئے گا آج کی رات......

(سمندر کی لہروں کا طوفانی شور)

(Change over)

(۱۲)

برجیس: ہاہاہا...... ہاہاہا...... ہاہاہا......

منان: ہاہاہا...... ہاہاہا...... ہاہاہا

برجیس: ہاہاہا...... پاگل آدمی ...... برمچاری کہیں کا...... دُلہن کی طرح سر جُھکا کے کیوں بیٹھے ہو...... میری طرف دیکھو...... ہاں ...... یہ ہوئی نابات۔ تم رات بھر ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ رہے...... کمرے میں فقط تم دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا...... کمال ہے تم نے اُسے چھوا بھی نہیں۔

منان: انگریزی گلابی سامنے تھی اور کم بخت نے ہونٹ بھی تر نہیں کیے ...... ہاہاہا......

سروش: (سنجیدہ ہوکر)...... مہ۔ مہ مجھے......"

برجیس: ارے تمہیں ہوا کیا تھا کہیں تم وہ تو......"

سروش: (سنجیدگی کے ساتھ) نہیں یار ...... ایسی بات نہیں ہے ...... مجھے اپنے مذہب کی تعلیمات یاد آ گئیں تھیں...... جوں ہی میں نے اُسے چھونے کی کوشش کی...... میں خوف زدہ ہوا۔ مجھے یاد آ گیا کہ ہمارے مذہب کی تعلیم کے مطابق کسی اجنبی لڑکی کی طرف دوسری نگاہ اُٹھانے کی بھی اجازت نہیں تو پھر..... میں ڈر گیا خُدا کے خوف سے میرا دل لرز اُٹھا۔

منان: بزدل...... بزدل کہیں کا......ارے چھوڑ اسے یار تم نے لڑکیوں کو اپنے فون نمبر اور پتے دئے ہیں کہ نہیں......

برجیس: میں نے اپنی والی کو تینوں کے Addresses دئے تھے مگر فون نمبر دینا بھول گیا

منان: شِٹ (shit)

برجیس: اچھا چلو......اس فلیٹ پر تالا لگاتے ہیں چابی ساحل کو دینی ہے وہ ائیر پورٹ پر ہمیں see off کرے گا پھر ہم گھر روانہ ہوں گے......

منان: اب اپنے اپنے luggages اُٹھاتے ہیں اور سیدھا Air port چلیں گے

موسیقی

(Change over)

(۱۴)

برجیس: سروش......دیکھا میں نہ کہتا تھا وہ لڑکیاں ہمیں نہیں بھول سکتی ......انہوں نے ہم سبوں کو خط لکھے ہیں

منان: برجیس اور میں نے اپنے خطوط ابھی بھی نہیں کھولے ہیں ہم نے طے کیا تھا کہ ہم دونوں تمہارے سامنے یہ خطوط کھولیں گے......تمہیں جلائیں گے......

برجیس: میرے راجہ......میرے سروش......تم یوں اُداس کیوں بیٹھے ہو۔تمہاری آنکھیں بھی تر ہیں......کیا وجہ ہے؟

منان: وجہ تو ایک ہی ہو سکتی ہے......

برجیس: کیا وجہ ہو سکتی ہے،ہم بھی تو سُنیں؟

منان: یہی کہ ہیلن نے طعنے دئے ہوں گے......خط میں لکھا ہوگا کہ تم محبت کے قابل نہیں ہو......

برجیس: منان تم سروش کو کچھ زیادہ ہی ستا رہے ہو

منان: اس میں ستانے کی بات کیا ہے......اُس نے کام ہی کچھ ایسا کیا ہے......

برجیس: کون سا کام کیا ہے اس بچارے نے؟

منان: اب بہت ہو چکا ہے اب ذرا خط کھولو اور پڑھ کے سناؤ تا کہ سروش کے دل کی آگ اور

بھڑک اُٹھے......

برجیس: چلو میں ہی اپنا خط کھولتا ہوں

(لفافہ پھاڑنے کی آواز......پھر خط کھولنے کی آواز)

برجیس: تو سُن لو......My dear Barjesh (لفظوں کو لمبا کر کے پڑھتے ہوئے)

ماریہ: (اگلی آواز ماریہ کی......سنجیدگی کے ساتھ)

You are welcome in the world of HIV

برجیس میں ایڈز زدہ عورت ہوں......اب تم بھی اس مہلک بیماری کے مریض ہو......

برجیس: (آوازیں بھاری پن اور شرمساری) Yours Maria

منان: O! my God......اب میں، میں اپنا خط کھول کے پڑھتا ہوں......میری والی

عیار نہیں ہو سکتی

(لفافہ پھاڑنے کی آواز......پھر خط کھولنے کی آواز)

منان: (گھبرائے ہوئے) M.. m... my dear m.m..manan

Dyna: I had been tested HIV postive two years back تمہیں

ہماری society میں استقبال ہے......خط لکھتے رہنے take care

Bye

منان: y..y....yours _ Dyna_

سروش: اب میں اپنا خط پڑھتا ہوں (سنجیدگی کے ساتھ)

Dear Friend......

ہیلن: Sarosh(اگلی آواز ہیلن کی)

you didn't touch me......میں ایک نیوکلیئر (nuclear) بوم ہوں جو مجھے چھوتا ہے وہ ہڑیوں کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتا ہے......تم نے بولا کہ تم اللہ سے ڈرتے ہو......اس لئے مجھ سے دُور رہے......مجھے یقین ہے کہ اللہ نے تمہیں HIV سے بچایا......تم انسان نہیں angel ہو...... میں ٹوٹ چکی ہوں......سوچتی ہوں تم جیسے انسان بھی ہیں دُنیا میں......افسوس ہے کہ تم جیسے انسان کے ساتھ پہلے ملاقات کیوں نہیں ہوئی ......میں بہت شرمندہ ہوں......اگر مجھ سے کوئی زیادتی ہوئی ہو......معاف کردینا......شاید تمہیں خوشی ہوگی کہ میں نے گناہوں سے توبہ کی ہے

سروش: Yours......(سنجیدگی کے ساتھ)

ہیلن ڈیسوزا

............END............

اختتام

نئے انداز نئے مُجرم

"نئے انداز نئے مجرم"

نمبر کردار		عمر
۱۔ اسرار	(ہیروں کا بیوپاری)	50-55سال
۲۔ انسپکٹر	(police آفیسر)	50سال
۳۔ انسپکٹر۲	(police آفیسر)	40-45سال
۴۔ دل نواز	(اہلیہ اسرار)	30-40سال
۵۔ مہیش	(اسرار کا ملازم)	
۶۔ آواز ۱	(ایک کار چلانے ولا)	40-45سال
۷۔ آواز۲	(ایک drive کرنے والا)	40-50سال
۸۔ آواز۳	(آواز۲ کا ساتھی)	40-50سال
۹۔ حوالدار	(پولیس حوالدار)	40سال

(۱)

اسرار: ہلو......انسپکٹر صاحب......میں Highway Road سے Topaz jewellers کا مالک بول رہا ہوں ......اسرار احمد......بات دراصل یہ ہے کہ ہماری دکان میں چوری ہو گئی ہے ۔کیا؟۔ ایڈریس بتاؤں ......جی لکھ لیجئے Topaz jewellers دُکان کا نام......اب Highway Road - location near Be-hisht Hotel......نسرین نگر......کیا؟ آپ ابھی پہنچ رہے ہیں...... Thank you very much......ہم انتظار کریں گے۔

(تھوڑی موسیقی ۔موسیقی کے بعد ہی پولیس جیپ کا سائیرن۔)

(۲)

(پولیس جوتوں کی آوازیں)

اسرار: آیئے، آیئے......انسپکٹر صاحب......

انسپکٹر: آپ کون؟

اسرار: جی میں اسرار احمد ہوں اس دکان کا مالک......

انسپکٹر: ''ہوں''......تو آپ ہی نے ہمیں فون پر یہاں بُلایا ہے

اسرار: جی ہاں......

انسپکٹر: ڈاکہ کب پڑا؟

اسرار: کل رات کو

انسپکٹر: کس وقت؟

اسرار: ہمیں وقت معلوم نہیں دراصل ہم نے رات کے قریباً بارہ بجے دُکان بند کی تھی اور صبح جب میرے ملازم نے دُکان کھولنے کی کوشش کی تو دیکھا شٹر کے تالے ٹوٹے ہوئے تھے

انسپکٹر: او......پھر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ......''

اسرار: میرے ملازم نے مجھے فون پر اطلاع دی......

انسپکٹر: وہ ملازم کہاں ہے؟

اسرار: یہ ہے مہیش......(pause)آپ کے سامنے کھڑا ہے

انسپکٹر: تو تمہارا نام مہیش ہے؟

مہیش: جی صاحب......میرا نام مہیش ہے

انسپکٹر: تم نے ہی اپنے مالک کو فون پر اطلاع دی تھی

مہیش: جی صاحب۔

انسپکٹر: تو تم نے دُکان نہیں کھولی؟

مہیش: جی نہیں...... جب میں نے دیکھا کہ شٹر کے دونوں تالے ٹوٹے ہوئے ہیں میں نے فوراً مالک کو اطلاع دی۔

انسپکٹر: اسرار صاحب! جب آپ یہاں دُکان پر پہنچے تو آپ نے دُکان کھولنے کے لئے ملازم سے کہا ہوگا؟

اسرار: جی ہاں......مہیش نے دُکان کھولی اور پھر ہم اندر گھُس گئے دیکھا کہ سب کچھ صحیح سلامت ہے۔تھوڑی دیر کے لئے مجھے خوشی ہوئی بعد میں جب میں نے تجوری کو اپنی جگہ سے غائب پایا تو مجھے بہت پریشانی ہوئی اور آپ کو فون کیا۔

انسپکٹر: حوالدار؟

حوالدار: yes sir

انسپکٹر: یہ دونوں ٹوٹے ہوئے تالے حفاظت سے اپنی تحویل میں لے لو......

حوالدار: yes sir

انسپکٹر: تجوری کی چوری ہو جانے سے آپ بہت پریشان ہیں ظاہر ہے اس میں قیمتی سامان یا cash......"

اسرار: انسپکٹر صاحب......اِس تجوری میں ہماری دکان کی سب سے قیمتی Jewellery ہے......

انسپکٹر: لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ چوروں نے تجوری توڑنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اسے اپنے ساتھ لے گئے

اسرار: انسپکٹر صاحب...... یہ چور اپنے ہنر میں ماہر ہوں گے اسلئے انہوں نے تجوری توڑنے کی کوشش نہیں کی......

انسپکٹر: میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟

اسرار: دراصل تجوری توڑنا اُن کے بس کی بات نہیں ہے۔ تجوری یورپ میں بنی ہے۔ اُس کا قُفل نمبروں کی ترتیب سے کُھلتا ہے۔ صحیح ترتیب کے بغیر اِسے فقط نوکلیر weapon سے توڑا جا سکتا ہے......

انسپکٹر: لگتا ہے کہ تجوری کسی خاص کمپنی کی ہے...... خیر ایک بات بتائیے اسرار صاحب! آپ اپنی دُکان ہمیشہ بارہ بجے بند کرتے ہیں کیا؟

اسرار: جی نہیں دراصل عید آنے والی ہے اور اِسی وجہ سے دکان پر رات گئے تک رش رہتا ہے۔ ان دنوں ہم کافی مشغول رہتے ہیں۔

انسپکٹر: اسرار صاحب آپ بے فکر رہیں۔ ہم مجرم کو پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے

(موسیقی)

(۳)

(گھنٹی بجتی ہے)

نوٹ: (ٹیلی فون پر دونوں آوازیں پیش منظر میں......ایک آواز انسپکٹر۔II کی تھوڑی سی دبی ہوئی جسے لگے کہ یہ آواز speaker کے ذریعئے آرہی ہے)

انسپکٹرII: ہلو......کیا میں اسرار صاحب سے بات کر سکتا ہوں؟

اسرار: بول رہا ہوں فرمائیں؟

انسپکٹر: میں انسپکٹر سُہیل بول رہا ہوں گنج بخش ڈسٹرکٹ National Highway پولیس سٹیشن سے۔

اسرار: فرمائیں......جناب۔

انسپکٹرII: آپ کی تجوری چوری ہوئی ہے؟

اسرار: جی ہاں؟ میں نے شہر کے پولیس سٹیشن میں FIR درج کی ہے۔

انسپکٹرII: جی ہاں مجھے معلوم ہے دراصل انسپکٹر نوید نے ہمیں فون پر مطلع کیا تھا کہ Topaz Jewellers کے یہاں ایک تجوری چوری ہوئی ہے۔انہوں نے ہمیں یہ تاکید کی تھی کہ اگر اِس سلسلے میں ہمارے علاقے میں کسی کو تجوری کے ساتھ دیکھا جائے تو اُسے پکڑ کر گرفتار کیا جائے۔دراصل ہمارا Police سٹیشن National Highway پر پڑتا ہے۔مجرم ریاست کے باہر جانے کی کوشش کر رہے تھے۔انسپکٹر نوید کا شک صحیح ثابت ہوا۔

اسرار: (خوشی کا اظہار کرتے ہوئے) کیا مجرم گرفتار ہوئے ہیں؟

انسپکٹر II: جی ہاں......

اسرار: very good......کیسے؟

انسپکٹر II: دراصل اُن کی گاڑی کا معمولی ساaccident ہوا تھا۔(تھوڑی سی موسیقی جس سے لگے کہ فلیش بیک آرہا ہے)۔

............☆☆☆............

(۴)

Flash Back Starts

(دو گاڑیوں کے چلنے کی آوازیں۔تھوڑی دیر تک مسلسل۔پھر تھوڑا سا دھماکہ جس سے لگے کہ گاڑیاں آپس میں ٹکرا گئی ہیں اور ساتھ ہی بریک لگنے کی لمبی آواز......)

آواز(۱): ارے ارے ستیاناس کر دیا میری گاڑی کا۔پیچھے سے کسی نے ٹکر ماردی۔

(پھر گاڑی کی کھڑکیاں کھلنے کی آواز)

آواز(۱): ارے بھئی آپ لوگ دیکھ کے گاڑی نہیں چلا سکتے۔میری گاڑی آپ کی گاڑی کے آگے رُک گئی تھی آپ نے چڑھا دیا نا اپنی گاڑی کو میری گاڑی پر۔

آواز(۲): (گھمبیر سی آواز) ارے صاحب! آپ نے اچانک جو بریک لگا دی۔ہم کرتے بھی کیا۔

آواز(۱): آپ کی گاڑی میں بریکس نہیں ہیں کیا۔پھر بریک ہوتی کس لئے ہے؟

آواز(۳): (گھمبیر آواز) ہوتی ہے لگانے کے لئے لیکن جب اچانک لگانی پڑتی ہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

آواز(۱): کیا ہو سکتا ہے۔کیا ہو سکتا ہے۔Accident۔تم لوگوں کے پاس قتل کرنے کی لائیسنس ہے کیا؟

آواز (۲): شاید......

(اِسی میں ایک موٹر سائیکل کی آواز اُبھرتی ہے دُور سے نزدیک آتی ہوئی)

آواز (۱): وہ دیکھو! موٹر سائیکل پر انسپکٹر صاحب آرہے ہیں۔ اب یہی فیصلہ کریں گے۔

آواز (۳): ارے بھائی صاحب: آپ خوامخواہ ناراض ہوگئے۔ کتنا نقصان ہوگیا ہم بھر دیں گے۔

(پسِ منظر میں موٹر سائیکل کی آواز مسلسل)

انسپکٹر II: کیا بات ہے...... کیا ہو رہا ہے یہاں؟

آواز (۱): انسپکٹر صاحب! اِن لوگوں نے میری گاڑی کی حالت بگاڑ دی......

میری گاڑی پر اپنی گاڑی چڑھا دی...... یہ دیکھئے انسپکٹر!

انسپکٹر II: تم دونوں میں سے گاڑی کون چلا رہا تھا۔؟

آواز (۲): مہ مہ میں چلا رہا تھا انسپکٹر صاحب۔

انسپکٹر II: لائسنس ہے تمہارے پاس

آواز (۲): انسپکٹر صاحب۔ میں نقصان بھر دوں گا۔ نقصان زیادہ نہیں ہے۔ معمولی سا accident

ہے

انسپکٹر II: میں کہہ رہا ہوں لائسنس (licence) ہے تمہارے پاس؟

آواز (۲): جی نہیں...... ساتھ نہیں ہے گھر پر ہے......

انسپکٹر II: ''ہوں'' ......Licence نہیں ہے۔ پہلے میں تمہاری گاڑی کی تلاشی لوں گا......

اے...... مسٹر ذرا گاڑی کی ڈکی کھول دو۔

آواز (۲): ابھی کھولتا ہوں صاحب۔

(ڈکی کھولنے کی آواز)

آواز (۲): یہ دیکھئے صاحب۔

انسپکٹر II: (چونکتے ہوئے) یہ کیا ہے۔ تجوری...... کہاں لے جا رہے ہو اِسے؟

آواز (۲): صاحب۔ یہ ہماری تجوری ہے۔

انسپکٹرII: کیا ہے اِس میں؟

آواز(۳): خالی ہے صاحب۔خالی ہے......

انسپکٹرII: خالی ہے؟

آواز(۳): جی صاحب

انسپکٹرII: اگر خالی ہے تو اِسے کھول کے دِکھاؤ۔

آواز(۳): صاحب......صاحب......دراصل ہم اِسے کِسی کے سامنے کھول نہیں سکتے

انسپکٹرII: کیوں؟

آواز(۴): کیوں کہ یہ ہماری ذاتی تجوری ہے آپ ہمیں مجبور نہیں کر سکتے اِس طرح اِسے سرِ راہ کھولنے کے لئے۔

آواز(۳): کیوں کہ یہ کھلتی ہے فقط نمبروں کی ترتیب سے۔

انسپکٹرII: تو پھر تم لوگوں کو ہمارے ساتھ آنا پڑے گا......پولیس سٹیشن

(تھوڑی سی موسیقی جسے لگے کہ فلیش بیک ختم ہو رہا ہے)

(Scene No.: 3 resumes again, both the characters are talking on telephone.)

اسرار: ہلو...... جو تجوری آپ نے برآمد کی ہے اِس کا رنگ سُرخ ہے اور New Johnes کمپنی کی A-von ماڈل ہے۔

انسپکٹرII: جی ہاں......جی ہاں......یہی تجوری ہم نے اُس گاڑی سے برآمد کی ہے۔

اسرار: تو پھر یہی میری تجوری ہے اِس میں بیش قیمت Jewellery موجود ہے۔

انسپکٹرII: اسرار صاحب! یہ چور دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ اِن کی اپنی تجوری ہے اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اِن کی پہنچ بہت اوپر تک ہے۔

اسرار: تو پھر آپ انہیں کہیئے کہ یہ تجوری کھول کے دِکھائیں!

انسپکٹرII: ہم نے اِن سے کہا تھا لیکن یہ کہہ رہے ہیں ہم کسی کے سامنے اِسے نہیں کھولنا چاہتے اس لئے آپ سے التجا ہے کہ آپ فوراً یہاں آئیں اور تجوری کھول دیجئے اِن کا بھانڈا پھوٹ جائے گا انہیں جیل ہوگی اور آپ اپنی تجوری پھر دوسرے دن اپنے area کے پولیس سٹیشن سے حاصل کر سکتے ہیں جہاں آپ نے FIR درج کی تھی۔

اسرار: انسپکٹر صاحب...... اِس وقت میرا آپ کے پاس پہنچنا ناممکن ہے کیوں کہ میری دکان پر کافی رش ہے......اور میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اِن حالات میں پچاس کلومیٹر کا فاصلہ گاڑی میں طے نہیں کر سکتا...... میں کل صبح سویرے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

انسپکٹرII: ہلو......ہلو......ہلو......سُن رہے ہیں آپ؟

اسرار: ہاں انسپکٹر صاحب سُن رہا ہوں......فرمائیں۔

انسپکٹرII: اِن لوگوں کو رات بھر یہاں روکنا بہت مشکل ہے۔ یہ لوگ طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ بڑے بڑے لوگوں کا نام لے رہے ہیں۔ ہم بھی آخر مجبور ہیں۔ سرکاری نوکر ہیں۔ ہمیں اپنی کاروائی قانون کے دائرے کے اندر اندر کرنی پڑتی ہے۔

اسرار: لیکن یہ تجوری تو میری ہے

انسپکٹرII: یہ آپ کہہ رہے ہیں۔ یہ بھی تو دعویٰ کرر ہے ہیں کہ یہ اِن کی تجوری ہے۔ اگر ہم نے انہیں یہاں رات بھر روک لیا اور کل کو اگر یہ تجوری آپ کی نہیں نکلی۔ پھر میری نوکری کا کیا ہوگا؟

اسرار: انسپکٹر صاحب! آپ ایک کام کیجئے؟

انسپکٹرII: ہاں ہاں بتائے؟

اسرار: آپ کو میں تجوری میں رکھی ہوئی Jewellery کی تفاصیل بتاؤں گا پھر آپ تجوری کھول کر یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ تجوری صرف میری ہے۔

انسپکٹرII: Sorry ہم قانون کی رو سے آپ کی تجوری آپ کے بغیر نہیں کھول سکتے۔ تجوری آپ کو خود یہاں آکر کھولنا پڑے گی یا آپ کا کوئی نمائیندہ یہ تجوری کھول سکتا ہے۔

انسپکٹرII: آپ کی تجوری پر کچھ ایسے نشانات موجود ہیں جنہیں دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ تجوری آپ کی ہے۔ کہیں سے رنگ اُکھڑا ہوا کوئی گڑھا وغیرہ۔

اسرار: انسپکٹر صاحب۔ یہ تجوری میں نے دو مہینے پہلے خریدی تھی اس پر کوئی ہلکا سا دھبا بھی نہیں ہے۔

انسپکٹرII: ہوں......اسرار صاحب۔ جو تجوری بر آمد ہوئی ہے وہ بھی بالکل بے داغ ہے۔ بالکل نئی معلوم ہو رہی ہے۔ چوروں کو ابھی اِسے کھولنے کا موقع نہیں ملا ہے۔

اسرار: انسپکٹر صاحب۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ تجوری میری ہے۔

انسپکٹر II: اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ یہ تجوری ان لوگوں کی ہے جن کو ہم نے گرفتار کیا ہے کیوں کہ اِس پر اگر کوئی دھبا یا گڈھا ہوتا تو ہم اندازہ لگا سکتے تھے کہ انہوں نے اِسے توڑنے کی کوشش کی ہے۔

اسرار: انسپکٹر صاحب......Please انہیں فقط ایک رات کے لئے روک لیجئے۔

انسپکٹر II: اِن کو روکنا اب ہمارے بس کا روگ نہیں۔ کیوں کہ ہم نے اِنہیں معمولی سے accident کی بنا پر گرفتار کیا تھا۔ عام طور پر ایسے حادثے سڑکوں پر ہی نپٹائے جاتے ہیں۔

اسرار: انسپکٹر صاحب۔ کچھ بھی کیجئے۔ مجھے ایک رات کی مہلت دے دیجئے۔

انسپکٹر II: اسرار صاحب۔ میں آپ کی مجبوری سمجھتا ہوں۔ لیکن مجھے قانون کے دائرے میں رہ کر کاروائی......

اسرار: انسپکٹر صاحب Please

انسپکٹر II: اگر آپ صبح تک انتظار کریں گے تو پھر قانون کا دائرہ اور تنگ ہو جائے گا۔

اسرار: مطلب؟

انسپکٹر II: کل صبح ہونے سے پہلے ہمیں انہیں ضمانت پر رہا کرنا پڑے گا کیوں کہ معمولی سا accidental کیس ہے۔ ضمانت آسانی سے ہو جائے گی اور یہ تجوری لے کر جا سکتے ہیں۔ یہ گاڑی ڈرائیو کرنے والا کہہ رہا تھا کہ اِس کے پاس licence بھی ہے۔ وہ licence بھی منگا سکتا ہے۔ پھر ہم انہیں روک نہیں سکیں گے۔

اسرار: ہلو......ہلو......انسپکٹر صاحب۔ انسپکٹر صاحب......

Oh! my God لائین کٹ گئی۔ Shit

(بادلوں کے ٹکرانے کی آوازیں......بادل گرجنے اور ہوائیں چلنے کی آوازیں۔)

تھوڑی سی موسیقی

............☆☆☆............

(۵)

(بادل گرجنے کی آوازیں۔ تیز ہوائیں چلنے کی آوازیں۔ اُس کے ساتھ ساتھ بارشوں کا شور۔ ہواؤں اور بارشوں کا شور پسِ منظر میں جاتا ہوا۔ اِس کے بعد اُبھرتی ہیں ڈائیل کرنے کی آوازیں۔ بار۔ بار۔)

دل نواز: اوہو......اب یہ ٹیلی فون نہیں ملے گا۔

اسرار: پھر ایک بار ٹرائے (Try) کرتا ہوں
(ڈائیل کرنے کی آوازیں)

دل نواز: یہ لینڈ لائین فون ہے نہیں ملے گا۔ آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کتنی تیز ہوائیں چل رہی ہیں۔ اوپر سے یہ تیز بارشیں۔ ضرور کہیں Cable کٹ گئی ہوگی۔

اسرار: لگتا تو ایسا ہی ہے۔ لیکن فون کا ملنا بہت ضروری ہے۔

دل نواز: اوہو......اسرار......اب سو بھی جائے۔ رات کا ایک بجا ہے۔ بارہ بجے آپ دُکان سے لوٹیں ہیں۔ تب سے یہ نمبر ملانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب صبح تک انتظار کیجئے۔ صبح کو دیکھتے ہیں۔

اسرار: دلنواز......تم نہیں جانتی کہ صبح تک اگر ہم انتظار کریں گے تو وہ لوگ تجوری لے کر بھاگ جائیں گے۔

دل نواز: اب کیا کر سکتے ہیں ہم......اگر یہی قسمت میں ہوگا تو......

اسرار: (بات کاٹتے ہوئے) ایسامت کہو دِلنواز۔ ہم برباد ہو جائیں گے
اُس تجوری میں ہماری عمر بھر کی پونجی ہے۔ ہمارے بچوں کا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا۔

دل نواز: اسرار۔ میں آپ کی شریک حیات ہوں۔ میں آپ سے التماس کرتی ہوں کہ آپ اس وقت سو جائیں۔ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو......

اسرار: دلنواز۔ دلنواز۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر اس وقت میں سو گیا تو عمر بھر کے لئے ہماری تقدیر ہم سے روٹھ کر گہری نیند سو جائے گی۔

دل نواز: صبر کیجئے۔ صبر کیجئے۔ خدارا صبر سے کام لیجئے۔

اسرار: کیسے صبر کروں۔ کس طرح کروں۔ کیسے مناؤں دل کو۔

دل نواز: آپ کی طبیعت بھی کچھ دنوں سے ٹھیک نہیں۔ اوپر سے یہ Tension

اسرار: میں نے بہت بڑی غلطی کی۔

دل نواز: غلطی؟

اسرار: ہاں غلطی۔ پولیس انسپکٹر نے مجھ سے کہا تو تھا کہ پولیس سٹیشن آ جاؤ......اور تجوری کو کھول کر دِکھاؤ تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ تجوری ہماری ہے۔ لیکن۔ لیکن۔ لیکن......

دل نواز: لیکن۔ لیکن کیا؟

اسرار: لیکن میں نے انکار کر دیا۔ ایک تو دکان پر کافی بھیڑ تھی اوپر سے میری طبیعت بھی......

دل نواز: (بات کاٹتے ہوئے) چلئے آپ نے جو بھی کیا وہ سوچ سمجھ کر کیا اور بہت اچھا کیا۔

اسرار: خاک اچھا کیا۔ کچھ بھی تو اچھا نہیں کیا۔ سب کچھ غلط ہوا۔

دل نواز: آپ خوامخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔ تھوڑی وہ پولیس سٹیشن سے اِس طرح ہماری تجوری لے جاسکتے ہیں۔

اسرار: دلنواز۔ تم میری باتوں کو سمجھ نہیں پا رہی ہو۔ اِسی لئے تو تمہیں Tension نہیں ہو رہی ہے۔

دل نواز: خوب سمجھ رہی ہوں آپ کی باتوں کو بھی اور آپ کی پریشانی کو بھی۔

اسرار: کچھ بھی تو تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ وہ لوگ صبح ہونے سے پہلے ہی تجوری لے کر بھاگ جائیں گے۔ کیوں کہ پولیس اُن کو میرے آنے تک روک نہیں سکتی۔ میرے خیال سے وہ لوگ چھوٹ گئے ہوں گے کیوں کہ 24 گھنٹے کے بعد قانون کے قاعدے کے مطابق وہ انہیں جیل میں نہیں رکھ سکتے۔

دل نواز: ارے یہ کون سا قانون ہے جو آپ کے آنے تک وہ انتظار نہیں کر سکتے؟

اسرار: قانون آخر قانون ہے۔ قانون کے آگے ہماری کچھ نہیں چل سکتی۔ پولیس کی بھی نہیں۔

دل نواز: اگر وہ چھوٹ جائیں تو کیا پولیس اُن کے پیچھے اپنے آدمی نہیں ڈال سکتی۔

اسرار: ارے وہ تو بڑے Influencial لوگ ہیں اُن کی رسائی اوپر تک ہے اور اگر پولیس والے اُن کے پیچھے لگ بھی جائیں تو کیا بھروسہ ہے وہ اِنہیں چکمہ نہ دے سکے۔ وہ تو شاطر کھلاڑی ہیں۔

دل نواز: ہاں......وہ تو ہے۔

اسرار: میں ایک بار پھر ٹرائے (Try) کرتا ہوں ہو سکتا ہے کہ فون مل جائے۔

(نمبر ملانے کی آوازیں......کئی بار......)

اسرار: Shit......

دل نواز: آپ فضول Practice کرتے ہیں

اسرار: فضول ہی سہی مگر مجھے اس سے اطمینان ہو جائے گا۔ سونے سے تو بہتر یہی ہے۔ کل اگر وہ لوگ تجوری لے کر فرار ہو گئے تو کم از کم اپنے آپ کو تسلی تو دے سکوں گا کہ میں نے ہمت نہیں ہاری تھی......

دل نواز: آپ بہت بہادر ہیں۔ ہمت والے ہیں تو پھر Tension کیوں لیتے ہیں۔

اسرار: تم میرا مذاق اُڑا رہی ہو یا......"

دل نواز: (بات کاٹتے ہوئے) اس وقت کوئی دشمن بھی مذاق نہیں کر سکتا۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آپ بہت بہادر ہیں

اسرار: اگر میں واقعی بہادر ہوں تو میں اس موقع پر گھر پر کیا کر رہا ہوں۔

دل نواز: پھر کہاں ہونا چاہئے تھا آپ کو......؟

اسرار: مجھے اس وقت National highway پولیس سٹیشن میں ہونا چاہئے تھا۔

دل نواز: لیکن یہ کس طرح ممکن ہوسکتا تھا؟

اسرار: یہ ممکن تب بھی ہوسکتا تھا اور ممکن اب بھی ہے

دل نواز: کس طرح؟

اسرار: میں ابھی گاڑی نکالتا ہوں اور پولیس سٹیشن پہنچنے کی کوشش کروں گا۔

دل نواز: (چونکتے ہوئے) کیا؟۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔

اسرار: ہاں......میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔

دل نواز: رات کے دو بج رہے ہیں اوپر سے تیز ہوائیں اور بارشیں ہو رہی ہیں اس طوفان میں گاڑی چلانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

اسرار: اس کے بغیر کوئی چارہ بھی تو نہیں۔

دل نواز: نہیں میں آپ کو اس طرح موت کے منہ میں دھکیل نہیں سکتی۔

اسرار: پھر میں کیا کروں؟

دل نواز: انتظار

اسرار: کس کا؟

دل نواز: نئے سورج کے اُگنے کا

اسرار: ہاہاہا......نیا سورج......ہاہاہا۔

دل نواز: ہنس کیوں رہے ہیں اس طرح؟

اسرار: ہاہاہا...... میں ہنس نہیں رہا ہوں...... ہاہاہا۔

دل نواز: نہیں میں تو رو رہی ہوں لیکن......

اسرار: اگر یہ ہنسی ہے تو پھر رونا کسے کہتے ہیں۔

دل نواز: Control Yourself......

اسرار: Control ہی تو کرر ہا ہوں اپنے آپ کو۔

دل نواز: چلئے اب سو جائے۔

اسرار: نہیں......سونے کے لئے مجھے نہ کہو۔

دل نواز: ٹھیک ہے......پھر آرام سے اس تکئے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ جائیں۔

اسرار: ٹھیک ہے میں آرام سے بیٹھ جاتا ہوں تکئے کے ساتھ ٹیک لگا کر۔آ۔آ۔یہ لیجئے۔ بیٹھ گیا اب آرام سے۔

دل نواز: اب relax کیجئے۔

اسرار: (ایک سانس اندر کھینچتے ہوئے پھر باہر چھوڑتے ہوئے) اب relax بھی ہو گیا۔

دل نواز: اب راستے نکل آئیں گے۔

اسرار: کس طرح؟

دل نواز: خود بخود (بارش اور ہواؤں کا زور ختم)

اسرار: اب صبح تک انتظار کرنا ہی پڑے گا۔

دل نواز: ہاں۔بالکل۔دیکھئے بارش بھی تھم گئی۔

اسرار: اور ہواؤں کا زور بھی

اسرار: اب میں پھر سے Try کرتا ہوں

دل نواز: کس چیز کی......

اسرار: ٹیلی فون ملانے کی کوشش پھر سے کروں گا۔

دل نواز: ہاں شوق سے کیجئے۔

(نمبر ملانے کی آوازیں...... کئی بار۔)

اسرار: (یک لخت اور خوشی کے ساتھ) لگ گیا......

دل نواز: شکر ہے خدا کا

اسرار: ہلو...... ہلو...... میں اسرار بول رہا ہوں انسپکٹر صاحب۔

انسپکٹر II: اسرار صاحب۔ لائین میں خرابی کے باعث ہمارا رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔ چلئے اب ٹھیک ہوا کہ آپ سے پھر رابطہ بحال ہو گیا ورنہ ہم ان دو آدمیوں کو ابھی چھوڑنے والے تھے۔ وہ بھی تجوری کے سمیت۔

اسرار: یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں یہ تجوری میری ہے وہ کیسے لے جاسکتے ہیں۔

انسپکٹر II: وہ تو آپ کہہ رہے ہیں اور اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے۔ اگر آپ یہاں پہنچ گئے ہوتے تو آپ کا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ اگر آپ کی یہ تجوری ہوتی تو۔ پرسوں آپ اس تجوری کو اپنے علاقے کے پولیس سٹیشن سے آرام سے لے جاسکتے۔

اسرار: انسپکٹر صاحب۔ میں کیسے آسکتا تھا۔ زوروں کی بارشیں اور ہوائیں چل رہی تھیں۔

انسپکٹر II: آپ تو کچھ زیادہ ہی ڈرپوک لگتے ہیں۔ ایک بار میں آپ سے پھر کہتا ہوں آپ اگر ایک گھنٹے کے اندر اندر پہنچ سکتے ہیں تو میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں اور اگر آپ نہ آسکے تو I am sorry......

اسرار: انسپکٹر صاحب Please...... آپ ہی مجھے بچا سکتے ہیں۔

انسپکٹر II: لیکن آپ تو بڑے خود غرض ہیں آپ کو صرف اپنی فکر ہے۔ آپ نہیں جانتے ہیں کہ اس وقت میری کیا حالت ہو رہی ہے۔ مجھے اب تک بیس فون آگئے ہیں۔ بڑے بڑے آفیسروں کے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کو خوامخواہ اپنی قید میں رکھا ہے۔ وہ مجھ سے Explanation مانگ رہے ہیں لیکن میرے پاس کوئی جواز بھی تو نہیں ہے ان کو اپنے پاس رکھنے کا۔

اسرار: انسپکٹر صاحب۔Please۔میری ایک التجا......

انسپکٹرII: اسرار صاحب۔ میں فقط آپ کے بھروسے پر اِن کو اب تک روک پایا ہوں۔لیکن آپ ذرا سا بھی خطرہ اُٹھانے کے موڑ میں نہیں ہیں۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں اپنے آفیسروں کو ایک گھنٹے تک ٹال سکتا ہوں۔اس وقت ڈھائی بج چکے ہیں۔اگر آپ ساڑھے تین بجے تک یہاں پہنچ پائے تو میں آپ کے لئے کچھ کر سکتا ہوں اگر نہیں پہنچ سکے تو I am sorry۔ میں انہیں چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔

اسرار: میں اس وقت رخت سفر باندھ نہیں سکتا۔راستہ کٹھن ہے رات کا وقت ہے۔

انسپکٹرII: تو پھر میں آپ کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

اسرار: انسپکٹر صاحب! ابھی ایک راستہ اور بھی بچتا ہے۔

انسپکٹرII: کون سا راستہ؟

اسرار: میں آپ کو تجوری کے نمبروں کی ترتیب بتاؤں گا آپ تجوری کھول لیجئے اور ثابت کیجئے کہ یہ تجوری میری ہے اُن لوگوں نے اِسے میری دکان سے چرا لیا ہے۔اس میں جو Jewellery ہے میں اِس کی تفصیل بھی بتاؤں گا۔

انسپکٹرII: نہیں نہیں نہیں۔ میں یہ تجوری آپ کے بنا نہیں کھول سکتا آپ کا یہاں حاضر ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ غیر قانونی ہے اور میں اپنے آپ کو قانون کے شکنجے میں نہیں پھنسانا چاہتا۔

اسرار: انسپکٹر صاحب۔ قانون اس لئے بنائے جاتے ہیں تا کہ عوام کو انصاف ملے اور مجرم کو جرم کی سزا۔اس وقت اگر آپ قانون کے دائرے کے باہر جائیں گے بھی اس میں بھی قانون کا ہی فائدہ ہے......اور اگر آپ قانون کا سہارہ لیں گے تو دو مجرم قانون کا مذاق اُڑا کر فرار ہو جائیں گے۔

انسپکٹر: آپ کی باتوں میں صداقت ہے۔ انصاف کا ترازو کبھی کبھی صحیح ہاتھوں میں ہوتے ہوئے بھی ناانصافی کی طرف جھکتا ہے۔اگر یہ تجوری آپ کی ہوگی تو آپ جو نمبروں کی ترتیب بتائیں گے اس سے یہ کھل جائے گی۔اگر یہ نہ کھل سکی تو یہ تجوری آپ کی نہیں......

اسرار: انسپکٹر صاحب۔آپ نمبروں کی ترتیب نوٹ کیجئے۔

انسپکٹر II: ہاں بتائیں۔میں نوٹ کرتا ہوں۔

اسرار: پہلے تجوری کا ہینڈل اپنی طرف کھینچ لیجئے گا......اور ہاں تجوری اپنے تمام اہلکاروں کے سامنے کھول لیجئے گا۔

انسپکٹر II: ہاں ہاں۔سب کے سامنے کھول دوں گا۔اتنا معلوم ہے مجھے۔بتائیں۔

اسرار: پھر دوبار اس سے پورا گھمائیے گا۔تجوری کے اوپر لال بتی ہے وہ جل جائے گی پھر ہینڈل آدھا گھمائیے گا......اور 35 نمبر پر ہینڈل رُکنا چاہئے۔اس کے بعد ایک لٹو تجوری سے نکل آئے گا۔اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیجئے گا تاکہ پوری طرح باہر آجائے۔پھر اسے گھمائیے اور 86 نمبر پر رُک جائیے۔پھر اسے پورا گھمائیے گا 141 نمبر پر رک جائیے۔اس کے بعد لٹو اندر کی طرف دبائے گا۔تجوری کُھل جائے گی۔یہ دُنیا کی محفوظ ترین تجوری ہے۔یہ تجوری ایک تو ان نمبروں کی ترتیب سے کھلے گی اور تجوری کے نزدیک دس کلوگرام ڈائنامائیٹ کو Blast کرنے سے لیکن پھر تجوری شدید گرمی سے پگل جائے گی......ٹھیک ہے نا انسپکٹر صاحب۔

انسپکٹر II: ہاہاہا۔ہاہاہا۔ہاہاہا۔آخر اُگلوادی نا تجوری کے نمبروں کی ترتیب۔ہاہاہا......

............END............

آستین کا سانپ

(جاسوسی ڈرامہ)

Characters:-

۱)نوید	(جاسوس)	40(سال)
۲)خاور	(ایک دولت مند آدمی)	60(سال)
۳)ڈاکٹر ہاشم	(خاور کا داماد)	35(سال)
۴)گُل ثمر	(خاور کی بیٹی)	30(سال)
۵)خان آصف خان	(گاؤں کا زمیندار)	60(سال)
۶)نوکر ۱	(خاور کا نوکر)	40(سال)
۷)نوکر ۲	(آصف علی خان کا نوکر)(نیپالی)	35-40(سال)
۸)انسپکٹر	(پولیس انسپکٹر)	40-45(سال)

(ا)

(ٹرین کے چلنے کی آواز......ٹرین چل رہی ہے...... پھر آہستہ آہستہ سے ٹرین رکنے کی آواز......ٹرین کی سیٹی......اب ٹرین رُکتی ہے......شور......لوگوں کا رش۔ بہت ساری آوازیں ایک ساتھ۔شور۔)

نوید: (خودکلامی) اوہو۔ کتنا رش ہے یہاں اس برکھا بازار ریلوے سٹیشن پر۔ تل بھرنے کی جگہ نہیں اوپر سے میرے ہاتھ میں یہ بریف کیس۔ دورانِ سفر کافی تھک چکا ہوں۔ اب ٹرین سے اُتر تو چکا ہوں لیکن مسٹر خاور کا نوکر کہیں نظر نہیں آرہا ہے۔ مسٹر خاور نے کہا تھا اُس کا نوکر مجھے پہچان لے گا۔ (شور جاری)

نوکر: صاحب جی۔ صاحب جی۔

نوید: کون؟

نوکر: میں ناصر ہوں صاحب جی۔ خاور سیٹھ کا ملازم۔

نوید: او۔

نوکر: یہ اپنا کالا بریف کیس مجھے دیجئے۔

نوید: ہاں یہ لو۔

نوکر: صاحب جی۔ آپ کا نام نوید ہے نا......؟

نوید: ہاں......

نوکر: صاحب جی۔آپ جاسوس ہیں نا؟

نوید: ہاں......

نوکر: آپ کو ہمارے صاحب نے بُلایا ہے نا؟

نوید: ہاں......

نوکر: آپ کو ہمارے ساتھ ہمارے گاؤں برکھا بازار چلنا ہے نا؟

نوید: ہاں ہاں (لہجے میں سختی)

نوکر: تو چلئے نا (لوگوں کا شور جاری)

نوید: جلدی چلو۔ مجھے اِس ریلوے سٹیشن سے دُور لے چلو۔ یہاں بہت شور ہے۔تمہاری گاڑی کہاں ہے؟

نوکر: وہ رہی صاحب جی......

نوید: یہ کالے رنگ کی Gypsy؟

نوکر: ہاں صاحب......

(اب نوکر گاڑی کا دروازہ کھولتا ہے......دروازہ کھلنے کی آوازیں)

نوکر: بیٹھو صاحب۔

(پھر کھڑکیاں بند ہونے کی آوازیں اور اس کے ساتھ ہی گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز' پھر گاڑی چلنے کی آواز)

نوکر: (گاڑی کی آواز پسِ منظر میں جاتی ہوئی) صاحب جی۔

نوید: ہوں۔بولو۔

نوکر: صاحب جی۔ہمارے سیٹھ جی نے آپ کو کیوں بُلایا ہے؟......

نوید: بہت بولتے ہو؟......

نوکر: ہاں صاحب جی......لیکن آپ نے میرے سوال کا......

نوید: بکو مت......

نوکر: مت بولو۔ صاحب لیکن مجھے معلوم ہے؟

نوید: کیا معلوم ہے؟

نوکر: یہی کہ ہمارے سیٹھ جی نے آپ کو کیوں بُلایا ہے۔

نوید: جب معلوم ہے تو پوچھتے کیوں ہو؟......

نوکر: کیوں کہ مجھے جاسوسی کرنے میں مزا آتا ہے۔ مجھے جاسوس لوگ اچھے لگتے ہیں۔
جاسوس کی جاسوسی کرنے میں اور بھی زیادہ مزہ ہے۔ ہے نا صاحب جی؟

نوید: بکواس بہت کرتے ہو؟

نوکر: ہاں صاحب جی......سب لوگ ایسا ہی کہتے ہیں

نوید: برکھا بازار کتنی دیر میں پہنچ جائیں گے؟

نوکر: بس صاحب۔ پہنچ ہی جائیں گے......

نوید: ''ارے ارے......یہ کیا اُدھر سڑک کے بیچ میں لاش پڑی ہے
اور لاش کے سینے میں چاقو بھی پیوست ہے۔ گاڑی لاش کے سامنے
روک دو......(چونک کر)
(گاڑی کی سپیڈ بڑھنے کی آواز......)

نوید: تم نے نہیں سُنا؟......لاش پیچھے چھوٹ گئی......میں کہتا ہوں
گاڑی روک لو......
(گاڑی کی سپیڈ اور زیادہ)

نوید: بہرے ہو کیا؟......میں کہتا ہوں گاڑی پیچھے کی طرف موڑ لو۔ تم اس طرح نہیں مانو
گے......اب میں خود گاڑی کو روک لیتا ہوں
(پھر ایک زوردار بریک لگنے کی آواز......اب گاڑی بند ہو جاتی ہے......)

نوید: اُٹھو......یہاں سے......اُترو نیچے گاڑی سے۔ میں کہتا ہوں
اُترو نیچے اور پیچھے بیٹھ جاؤ۔
(گاڑی کی کھڑکی کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز)

نوید: اسی طرح آرام سے پیچھے بیٹھ جاؤ......اب میں گاڑی واپس لاش کی طرف موڑتا ہوں

(گاڑی کے اسٹارٹ ہونے اور چلنے کی آواز)

نوید: اب گاری مڑ گئی

(تھوڑا چلنے کے بعد)

نوید: ارے یہ لاش کہاں گئی......ابھی ابھی تو اِسی جگہ ہم نے لاش دیکھی تھی......کہاں گئی......

نوکر: ہاہاہا......ہاہاہا......ہاہاہا......

نوید: کیا ہوا......کیوں ہنستے ہو؟

نوکر: ہاہاہا۔ارے صاحب۔کیا کروں ہنسوں نہیں تو اور کیا کروں؟

صاحب جی......یہ آپ کا شہر نہیں ہے۔یہ ہمارا گاؤں ہے

یہاں ایسا روز ہوتا ہے۔

نوید: کیا بکتے ہو؟

نوکر: ہاں......ہاں......صاحب جی۔آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا؟

نوید: کیا ہوگا......کیا ہوگا؟۔(ڈانٹتے ہوئے)

نوکر: لاشیں۔دیکھیں گے آپ۔پھر غائب۔ہاہاہا۔آگ۔پھر بُجھ جائے گی۔

ہاہاہا۔خون۔پھر تھم جائے گا۔ہاہاہا۔

نوید: کیا۔کیا ایسا یہاں اکثر ہوتا ہے؟

نوکر: جی صاحب جی۔یہاں آپ کو اپنی جاسوسی کام نہیں آئے گی۔

چلئے گاڑی بنگلے کی طرف موڑ لیجیے۔

(اب گاڑی چلنے کی آواز)

(تھوڑی سی موسیقی)

(Change over)

(۲)

نوکر: صاحب جی۔ آپ اس ڈرائنگ روم میں بیٹھیے۔

نوید: ڈرائنگ روم کافی شاندار ہے۔

نوکر: اس حویلی کے بارے میں کیا خیال ہے صاحب جی؟

نوید: حویلی بہت بڑی ہے۔ لگتا ہے کہ ان کے باپ دادا بہت رئیس رہے ہوں گے۔

نوکر: رئیس ہی نہیں صاحب جی۔ وہ برکھا بازار کے نوابوں میں سے تھے ...... کبھی برکھا بازار میں ان کی کافی زمینیں اور جاگیریں تھیں۔ اب بھی ہمارے سیٹھ جی دس ہزار کنال زمین کے مالک ہیں۔

نوید: تو کافی امیر ہیں تمہارے مالک؟

نوکر: آپ یہاں بیٹھیے۔ میں ابھی سیٹھ جی کو آپ کے آنے کی خبر دوں گا

نوید: (خود کلامی) کیا ڈرائنگ روم ہے۔ اور اِس ڈرائنگ روم کی دیواروں پر یہ پُر وقار اور نورانی چہروں والی شخصیات کی تصویریں۔ فرش پر بچھے یہ خوبصورت ایرانی قالین، یہ اخروٹ کی لکڑی سے بنا Furniture اور یہ اوپر جاتی ہوئی چندن کی لکڑی سے بنی سیڑھی
(لکڑی کی سیڑھیوں سے کسی شخص کے اُترنے کی آواز دُور سے نزدیک آتی ہوئی)

نوید: یہ سیڑھیوں سے شاید مسٹر خاور اُتر رہے ہیں۔ یہ نورانی چہرہ، برف جیسے سفید بالوں پر سلیقے سے کنگی کا استعمال سفید جوتے اور سفید سوٹ کے ساتھ یہ سُرخ نیک ٹائی پہنے ہوئے خوبصورت انداز سے سیڑھیاں اُتر رہے ہیں۔ اب تقریباً نیچے پہنچ چکے ہیں۔

خاور: خوش آمدید۔ خوش آمدید۔

نوید: شکریہ......شکریہ۔

خاور: مسٹر نوید۔ ہمیں آپ کو یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے
آپ کھڑے کیوں ہیں تشریف رکھیں؟

خاور: آپ کیا لیں گے......کافی! چائے۔یا......

نوید: ابھی میں کچھ نہیں لوں گا۔ پہلے میں نہانا چاہوں گا اُس کے بعد کافی ۔(Coffee)

خاور: ٹھیک ہے آپ اپنے کمرے میں جا سکتے ہیں۔ وہیں پر نہائیں گے اور......

نوید: مسٹر خاور...... پہلے میں آپ سے چند سوالات پوچھ سکتا ہوں؟

خاور: لیکن۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ آپ یہاں آئے ہیں۔ پتہ نہیں کب تک آپ کو ٹھہرنا پڑے گا۔ اس وقت آپ تھکے ہوئے ہیں۔ دور سے آئے ہیں کام کی باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔

نوید. مسٹر خاور...... ہمارے Profession میں تھکاوٹ اور سُستی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

خاور: ہم آپ کے Profession کی قدر کرتے ہیں آپ اپنے سوالات پوچھ سکتے ہیں؟

نوید: شکریہ...... آپ نے مجھے یہاں اس لئے بُلایا ہے کیوں کہ آپ کو لگتا ہے کہ آپ کو کوئی مارنا چاہتا ہے۔ یہ سب آپ نے مجھے فون پر بتایا تھا۔ ہے کہ نہیں؟

خاور: جی ہاں۔ کوئی مجھے مارنا چاہتا ہے۔

نوید: آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی آپ کا قتل کرنا چاہتا ہے؟

خاور: کیوں کہ۔ جب میں چلتا ہوں تو کوئی نہ کوئی حادثہ مجھے اپنے شکنجے میں لینے کی کوشش کرتا ہے۔

نوید: مثلاً؟

خاور: مثلاً......ایک دفعہ میں جنگل میں جا رہا تھا تو ایک بھاری پیڑ میری گاڑی پر گرنے والا تھا کہ گاڑی آگے نکل گئی اور پیڑ گاڑی کے پیچھے سڑک پر گر گیا۔

نوید: اور؟

خاور: کئی بار ہم اپنے باغوں کا معائینہ کر رہے تھے کہ درختوں میں اچانک آگ نمودار ہوئی ہم آگ میں پھنس گئے اور مشکل سے ہم نے اپنی جان بچائی

نوید: اور؟

خاور: اور کئی بار سانپ نے ہمیں کاٹنے کی کوشش کی۔ لیکن ہم نے اپنے آپ کو بچایا اور سانپ وہاں نمودار ہوئے جہاں سانپ کی نشو نما ممکن نہیں۔

نوید: دیکھئے......مسٹر خاور......مارنے کی کوششیں اتنی بار ناکام نہیں ہوتی......کوئی آپ کو ڈرا رہا ہے......ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اب میں آگیا ہوں۔

خاور: لیکن ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ مجھے قتل کرنے کے لئے کوئی پہلے ماحول تیار کر رہا ہو

نوید: یہ بات آپ نے بالکل درست فرمائی۔ آپ کا دشمن شاید اس لئے آپ کو جان بُوجھ کر بچنے کا موقع فراہم کر رہا ہے تا کہ شک کی سوئی اس کی طرف اشارہ نہ کرے۔

خاور: مسٹر نوید۔ آپ ایک قابل اور ہونہار Detective ہیں آپ آگئے اب مجھے فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

نوید: بالکل نہیں۔ اور ہاں! آپ کو اگر کسی پر شک ہو تو مجھے بتائیں۔

خاور: مجھے ایک شخص پر شک ہے یہ حملے وہی کروا رہا ہے۔

نوید: کون......کون ہے وہ؟

(موسیقی)

(Change over)

............☆☆☆............

(۳)

(سب لوگ ڈِنر Dinner کر رہے ہیں، چمچوں اور پلیٹوں کی آوازیں۔ چُھری کانٹوں کی آوازیں)

ڈاکٹر ہاشم: ڈیڈی...... یہ پلاؤ آپ کے لئے نہیں ہے (کھاتے ہوئے)

خاور: ڈاکٹر ہاشم...... اس وقت آپ ڈاکٹر نہیں ہیں۔ اِس وقت آپ فقط میرے son-in-law ہیں۔ ہاہاہا (کھاتے ہوئے)

گل ثمر: ہاہاہا

ڈاکٹر ہاشم: ہاہاہا...... ڈیڈی۔ میں کیسے بھول جاؤں کہ میں ایک ڈاکٹر ہوں آپ جو یہ پلاؤ کھا رہے ہیں نا۔ جانتے ہیں اس میں کتنی Calories ہیں؟

خاور: جانتا ہوں، جانتا ہوں۔ بہت Calories ہیں اس میں...... لیکن یہ پلاؤ میرا Favourite ڈش رہا ہے اور اس وقت اس کھانے کی میز پر میری Favourite ڈش موجود ہے اور آپ کہتے ہیں کہ اِس سے اجتناب کیا جائے...... ہرگز نہیں۔ (چباتے ہوئے)

(اسی دوران دروازہ کھلنے کی آواز......)

نوید: اسلام علیکم

خاور: وعلیکم السلام: آیئے آیئے۔نوید صاحب......

نوید: I am Sorry...... مجھے آنے میں تھوڑی سی دیر ہوئی۔ اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں

خاور: آپ کھڑے کیوں ہیں تشریف رکھیئے ۔یہ۔یہ۔یہاں اس خالی کرسی پر۔

نوید: Thank You

دراصل میں بہت تھک چکا تھا ذرا سی آنکھ لگ گئی تھی اور......

خاور: Please take it easy......ہم Dinner پر آپ کے منتظر تھے۔آپ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ سے مل چکے ہیں پھر آپ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ اب میں آپ کو گھر کے افراد سے ملاتا ہوں۔نوید......ان سے ملئے۔ یہ ہیں میرے داماد son-in-law ڈاکٹر ہاشم۔

نوید: Hello

ڈاکٹر ہاشم: Hello......بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر

خاور: اور یہ ہیں میری اکلوتی بیٹی۔مسز گل ثمر ہاشم۔

نوید: Hello

گل ثمر: Hello......مجھے بھی آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔

خاور: نوید۔کھانا شروع کریں۔

نوید: Thank you

نوید: ہاں تو خاور صاحب! آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کو خان آصف علی خان پر شک ہے کہ اِن حملوں کے پیچھے اُسی کا ہاتھ ہے۔(چباتے ہوئے)

خاور: جی ہاں نوید صاحب یہ اُس کی کارستانی ہوسکتی ہے(چباتے ہوئے)

نوید: یہ حملے آپ پر کتنی مدت سے ہورہے ہیں؟

خاور: پچھلے ایک مہینے سے

ڈاکٹر ہاشم: نوید صاحب! ہم سب بہت پریشان ہیں ہمیں اس پریشانی سے نجات دلائیں۔

گل ثمر: مرنا تو ایک دن سب کو ہے لیکن کوئی ہمیں بار بار مار رہا ہے۔

نوید: مطلب آپ لوگوں پر بھی حملے ہو رہے ہیں؟

گل ثمر: جی ہاں! ہم پر بھی حملے ہو رہے ہیں۔ یوں تو فقط ڈیڈی پر حملے ہو رہے ہیں لیکن ان کے ساتھ ہم بھی اس غم کے الاؤ میں جلتے ہیں۔ کیوں کہ ہم سب کی جان ڈیڈی کی جان میں بسی ہے۔

نوید: او......(Pause) مسٹر خاور۔ اب آپ سے ایک سوال کرنے کی جسارت کررہا ہوں؟

خاور: ہاں۔ فرمائیں؟

نوید: آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ان حملوں کے پیچھے خان آصف کا ہاتھ ہے۔

خاور: کیوں کہ اُس نے کئی بار اپنی گاڑی میری گاڑی سے ٹکرادی۔ کبھی وہ مجھے ایک بہانے سے ڈرانے کی کوشش کرتا ہے تو کبھی کسی دوسرے بہانے سے اور تو اور ایک دفعہ اُس نے مجھ سے کہا کہ میری گاڑی فلاں تاریخ کو 12 بجے کسی دوسری گاڑی سے ٹکرا جائے گی۔ اور ایسا ہوا بھی۔ ایک بار اُس نے مجھ سے کہا کہ کل تمہارا پیر Bathroom میں پھسل جائے گا اور تیری ٹانگ ٹوٹ جائے گی اور ایسا ہوا بھی۔

............☆☆☆............

Change over

(تھوڑی سی موسیقی)

(۴)

(پرندوں کی چہچہاہٹ...... پھر یہ چہچہاہٹ پسِ منظر میں جاتی ہوئی اور بانسری کی میٹھی دُھن پیش منظر میں......جس سے لگے کہ صبح ہو رہی ہے اور سورج اُگ رہا ہے)

نوید: خوبصورت ۔ بہت خوبصورت نظارہ ہے۔ پہاڑوں کی گود سے سورج طلوع ہو رہا ہے اور اپنی سُنہری کرنیں دور تک ان آم کے پیڑوں پر بکھیر رہا ہے......

ڈاکٹر ہاشم: اور ان پیڑوں پر یہ کچے آم پیلے دکھائی دے رہے ہیں۔

نوید: ہزاروں ایکڑ زمین پر پھیلے ہوئے یہ آم کے درخت جیسے محوِ عبادت ہیں۔ ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر ہاشم: جی۔فرمایئے۔

نوید: کیا یہ ساری زمین مسٹر خاور کی ہے؟

ڈاکٹر ہاشم: جی ہاں یہ ساری زمین ہماری ہے۔

نوید: ڈاکٹر صاحب چلیئے اُس پیڑ کے نیچے بیٹھ جاتے ہیں۔

ڈاکٹر ہاشم: او sure...... چلیئے۔ مارننگ واک بہت ہو گیا۔ اب آرام کرتے ہیں تھوڑی دیر تک۔

نوید: آ! آ!......چلئے اب ہم بیٹھ گئے اب آرام سے بات کریں گے

ڈاکٹر ہاشم: ہاں بالکل......آپ مجھ سے اور کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو پوچھ لیں؟

نوید: اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ پہلے آپ کو یہ بتا دوں کہ ان آم کے پیڑوں کے نیچے بیٹھنے میں بہت لطف آتا ہے۔ ہمارے یہاں آم کے پیڑ نہیں ہیں۔اس لئے میں کچھ زیادہ ہی لذت محسوس کر رہا ہوں۔

ڈاکٹر ہاشم: آپ کے یہاں تو سیبوں کے پیڑ ہیں۔چنار کے پیڑ ہیں کہتے ہیں کہ چنار کے سائے تلے گرمیوں میں سردی اور سردیوں میں گرمی کا احساس ہوتا ہے۔

نوید: جی ہاں آپ نے صحیح سنا ہے۔

ڈاکٹر ہاشم: نوید صاحب۔آپ جلدی سے ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔

نوید: O! my God......(چونکتے ہوئے)

ڈاکٹر ہاشم: کیا ہوا؟

نوید: ڈاکٹر! یہ دیکھئے یہ دیکھئے میرے بازو پر یہ خون کے قطرے...... یہ خون کے قطرے کہاں،

ڈاکٹر ہاشم: یہ خون اس آم کے پیڑ سے رِستا ہے۔یہ دیکھئے اوپر۔

نوید: یہ کیا ماجرا ہے......؟

ڈاکٹر ہاشم: یہاں ایسا اکثر ہوتا ہے۔

نوید: کیا؟

ڈاکٹر ہاشم: ہاں......ایسے واقعات اکثر ہوتے ہیں یہاں

نوید: لیکن آپ بالکل نہ گھبرائیں۔

ڈاکٹر ہاشم: کچھ دن یہاں رہیں گے تو آپ بھی نہیں گھبرائیں گے۔

نوید: چلئے یہاں سے چلتے ہیں۔

ڈاکٹر ہاشم: ہاں چلئے۔

نوید: ڈاکٹر ڈاکٹر۔(حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے)

ڈاکٹر ہاشم: اب کیا ہوا؟

نوید: وہ دیکھئے اُدھر۔ وہاں وہ پیڑ جل رہے ہیں۔(گھبراتے ہوئے)

ڈاکٹر ہاشم: یہ پیڑ اکثر جلتے ہیں یہاں

نوید: لیکن یہ پیڑ تو آموں سے لدھے ہوئے ہیں یہ آم تو ختم ہو جائیں گے

ڈاکٹر ہاشم: آم نہیں جلیں گے۔ آم کی فصل پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔

نوید: تعجب ہے؟

(تھوڑی سی موسیقی)

(Change over)

............☆☆☆............

(۵)

(پلیٹوں، چمچوں اور برتنوں کے آپس میں ٹکرانے کی آوازیں جسے کھانا کھانے کا تاثر پیدا ہو)

ڈاکٹر ہاشم: نوید صاحب۔ یہ کباب آپ کیوں نہیں لیتے۔Please(چباتے ہوئے)

نوید: میں نے پہلے ہی اس کا ٹیسٹ کیا لیکن......(کھاتے ہوئے)

خاور: ہاں نوید صاحب۔ یہ کباب آپ کے ٹیسٹ کی کسوٹی پر کھرا نہیں اُتر سکتا۔ (کھاتے ہوئے)

نوید: کیوں؟

خاور: آپ کے یہاں کباب بہت لذیز بنتے ہیں کیوں کہ کباب آپ کے یہاں وازوان میں شامل ہوتا ہے۔(کھاتے ہوئے)

گل ثمر: نوید صاحب پھر یہ املی کی چٹنی لیجئے۔(کھاتے ہوئے)

(اسی دوران دروازہ کھلنے کی آواز)

نوکر: صاحب۔صاحب۔جانی کی لاش خان آصف کے بنگلے کے باہر پڑی ہے کسی نے اُس کا خون کر دیا ہے۔

خاور: کسی نے نہیں۔یہ خان آصف کی کارستانی ہے۔

نوید: یہ جانی کون ہے؟(حیرانگی کا اظہار)

خاور: جانی میراPet dog ہے۔بے مُروّت نے کُتے کو بھی بخشا نہیں۔

Change over

(تھوڑی سی موسیقی)

(۶)

(نوید خان آصف علی خان کے یہاں۔)

نوکر۲: آپ کو،کش شے(کس سے)ملنا ہے شاب(صاحب)(نیپالی تلفظ کے ساتھ)

نوید: مجھے خان آصف علی خان سے ملنا ہے۔

نوکر۲: آپ یہاں گیٹ کے پاش(پاس) کیا کرتے ہیں۔چلئے میں آپ کو مہمان خانے میں بٹھاتا ہوں۔

نوید: ہاں چلئے(پرانے دروازے کے کھلنے کی آواز)

نوکر۲: شاب۔آئے۔آئے۔شاب۔یہاں تشلیف(تشریف)رکھیں۔

نوید: ٹھیک ہے میں اس صوفے پر بیٹھتا ہوں۔یہیں تمہارے مہمان خانے میں انتظار کرتا ہوں۔

نوکر۲: شاب میں ابھی اپنے شاب(صاحب) کو بولوں گا کہ شاب آیئے ہیں۔آپ کون شاب ہیں شاب

نوید: اُن سے کہو نوید آیا ہے۔

نوکر۲: جی شاب۔

نوید: یہ مہمان خانہ بہت ہی خوبصورت ہے۔چاروں طرف غلام گردش۔بیچ میں یہ شاندار ہال۔یہ مہمان خانہ پرانے فنِ تعمیر کی عمدہ مثال ہے۔(خودکلامی)

خان آصف: (پرانے دروازے کے کھلنے کی آواز) اسلام علیکم۔

نوید: وعلیکم اسلام۔میرا نام نوید ہے۔

خان آصف: ہاں۔میرا ملازم بتا رہا تھا کہ آپ کا نام نوید ہے لیکن میں نے......

نوید: میں ابھی آپ کو اپنا تعارف دوں گا لیکن......

خان آصف: لیکن پہلے آپ تشریف رکھیں۔

نوید: آپ بھی بیٹھئے Please

خان آصف: شکریہ۔میرا نام خان آصف علی خان ہے اور میں برکھا بازار کا......

نوید: میں آپ کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔آپ جو کرتے ہیں اچھا نہیں کرتے ہیں۔

خان آصف: ہاہاہا......میں جو بھی کرتا ہوں اچھا ہی کرتا ہوں۔

نوید: آپ نے سارے گاؤں میں وحشت پھیلا رکھی ہے۔
آپ گاؤں کے ذی عزت لوگوں کو دھمکاتے ہیں اور تو اور درختوں میں آگ لگواتے ہیں۔آپ نے پیڑوں پر بھی جادو کیا ہے آپ کے جادو سے پیڑوں سے انسانی خون رسنے لگتا ہے۔

خان آصف: ہاہاہا۔میں جو بھی کروں آپ سے مطلب۔

نوید: یہ دیکھئے یہ میرا کارڈ ہے ذرا غور سے دیکھ لیں۔

خان آصف: پہلے عینک تو پہن لوں۔میری نزدیک کی نظر تھوڑی کمزور ہے۔

نوید: آپ کی دور کی نظر بھی کمزور ہی ہے کیوں کہ آپ دور اندیش نہیں ہیں۔

خان آصف: O! my God......آپ تو جاسوس نکلے۔ I am sorry Mr. Naveed......مجھے بالکل بھی پتہ نہیں تھا کہ آپ ایک Detective ہیں آپ یہاں کام سے آئے ہیں۔آپ پوچھ لیجئے کیا پوچھنا ہے آپ کو؟

نوید: آپ مسٹر خاور پر حملے کروار ہے ہیں، ایک نہیں کئی بار اُن پر حملے ہوئے ہیں اور ان حملوں کے پیچھے......

خان آصف: مسٹر نوید......آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ حملے میں کروار ہا ہوں؟

نوید: کیوں کہ کئی بار اُن پر جان لیوا حملے ہوئے ہیں کبھی سانپ نے ڈسنے کی کوشش کی تو کبھی اُن پر پیٹر گرائے گئے۔

خان آصف: لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حملوں کے پیچھے میرا ہاتھ ہے۔

نوید: کئی بار آپ نے اُن کی گاڑی کو اپنی گاڑی سے ٹکر ماری ہے

خان آصف: اس کو حادثہ کہہ سکتے ہیں۔

نوید: لیکن ایک بار آپ نے اُنہیں کہا کہ اُن کا Accident ہونے والا ہے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

خان آصف: نوید صاحب......میں بچپن سے جو خواب دیکھتا آ رہا ہوں وہ سچ ثابت ہو رہے ہیں۔ امریکہ کے Pantagon پر جب حملہ ہوا میں نے ایک ہفتے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ Pantagon پر حملہ ہونے والا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ......"

نوید: زیادہ سمارٹ بننے کی کوشش نہ کریں۔

خان آصف: میں سمارٹ بننے کی کوشش ہرگز نہیں کروں گا کیوں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔

نوید: مطلب؟

خان آصف: کیوں کہ میں سمارٹ ہوں (Pause) اور چالاک بھی

نوید: اور عیار بھی

خان آصف: یہ آپ کی اپنی سوچ ہے۔

نوید: آپ نے کہا کہ آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے ہیں وہ سب پھر حقیقت کا روپ اختیار کرتا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں میں آپ کی باتوں پر یقین کروں گا۔

خان آصف: یقین تو آپ کو کرنا ہی ہوگا کیوں کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔
نوید صاحب۔ میں نے ایک اور خواب دیکھا ہے اور اُس خواب کا تعلق آپ کے
Client سے ہے۔

نوید: اس بار کیا دیکھا ہے آپ نے؟

خان آصف: آپ کے Client پر قاتلانہ حملہ ہونے والا ہے حملے میں اُس کی جان بھی جاسکتی
ہے۔ٹھیک رات بارہ بجے۔

نوید: کب؟

خان آصف: کل رات کے بارہ بجے خاور پر ایک جان لیوا حملہ ہوگا۔ نہ رہے گی بانس اور نہ
بجے گی بانسری

............☆☆☆............

(۷)

میوزک۔ ڈراؤنا میوزک۔ میوزک کے پسِ منظر میں خوفناک چیخیں۔ دور کہیں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں)

نوید: (خودکلامی) اس وقت میں خان آصف کے بنگلے کے باہر دیوار کی عقب سے اُس کے حرکات وسکنات پر نظر رکھ رہا ہوں۔ رات کے گیارہ بج کر تیس منٹ ہو رہے ہیں کل اُس نے کہا تھا کہ آج رات کے بارہ بجے خاور پر قاتلانہ حملہ ہوگا۔ چاندنی رات میں بنگلہ صاف دکھائی دے رہا ہے۔ اُس کے کمرے کی بتی جل رہی ہے۔ یہ کیا؟ خان آصف اپنے کمرے میں ٹہل رہا ہے۔ میں کانچ کی کھڑکی سے صاف دیکھ سکتا ہوں۔ O! my God یہ تو نیچے برآمدے پر آ گیا۔ صوفے پر بیٹھ گیا۔ سگریٹ پی رہا ہے۔ اب یہ باہر آئے گا اور میں اس کا پیچھا کروں گا اور پھر میں اسے رنگے ہاتھوں پکڑلوں گا۔ اب صوفے سے اٹھ گیا یہ کیا؟ یہ تو پھر مکان کے اندر چلا گیا۔ دروازہ بند کیا۔ او...... پھر کمرے میں ٹہل رہا ہے۔ اُس نے تو کمرے کی لائٹ آف کر دی۔ شاید سو گیا۔ (ایک آہ بھرتے ہوئے) چلو۔ نوید بیٹا۔ اب واپس خاور کے بنگلے کی طرف۔

............☆☆☆............

موسیقی

(Change over)

(۸)

(میوزک۔ڈراؤنا میوزک۔دُور سے کتوں کی ہڑبونگ......)

نوید: بارہ تو بج رہے ہیں۔اب میں خاور کے بنگلے کے لان میں پہنچ رہا ہوں۔یہ کیا۔خاور صاحب کے کمرے کی کھڑکی کھلی ہے۔اور بتی بھی جل رہی ہے میں اب تیز چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔(تیز چلنے کی آواز۔قدموں کی آہٹیں) تقریباً میں بنگلے کے نزدیک پہنچ رہا ہوں (کسی برتن کے گرنے کی آواز) O! my God......خاور کے کمرے میں کچھ نہ کچھ......(پھر سے کچھ گرنے کی آواز) (قدموں کی آہٹیں تیز......تیز تقریباً دوڑنے کی آواز) اب میں دوڑ رہا ہوں خاور کے کمرے کی طرف۔یہ کیا کمرے کا دورازہ کھلا ہے۔اب میں کمرے کے اندر پہنچ گیا۔(دوڑنے کی آوازوں کے ساتھ ساتھ اب کسی کے کودنے کی آواز) کسی نے کھڑکی سے چھلانگ لگائی......میں دیکھتا ہوں۔......یہ رہی کھڑکی......مگر باہر لان میں کوئی نہیں ہے۔ہوں...... O! my God......یہ کیا مسٹر خاور کی لاش خون میں لت پت ہے۔ان کا تو قتل ہوا ہے......

گل ثمر: ڈیڈی۔ڈیڈی۔(چیختے ہوئے)

ڈاکٹر ہاشم: ارے کیا بات ہے۔کیا بات ہے۔(دوڑتے ہوئے۔چلنے کی آہٹیں) O! my God......خان آصف خان نے آخرانہیں مار ہی ڈالا۔(گھبراتے ہوئے) ڈیڈی کی لاش خون میں لت پت اس بیڈ پر دراز پڑی ہے۔

نوکر: مالک۔ مالک۔ (شور مچاتے ہوئے) آپ ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ یہ ہمارے مالک ہی نہیں تھے بلکہ ہمارے والد بھی تھے۔ انہوں نے ہمیں باپ کی طرح پالا۔ مالک۔ مالک......

گل ثمر: نوید صاحب۔ ہمارے ڈیڈی کو کم بخت خان آصف خان نے کس بے دردی سے مارا ہے۔

نوید: خبردار......ڈاکٹر ہاشم......ان کی لاش کو چھونے کی کوشش نہ کریں۔ کوئی اس بیڈ کے قریب نہیں جائے گا۔ پہلے میں پولیس کو فون کرتا ہوں (فون کے نمبر ڈائیل کرنے کی آواز) ہلو۔ ہلو۔ انسپکٹر صاحب میں نوید بول رہا ہوں خاور صاحب کے بنگلے سے۔ خاور صاحب کا قتل ہو گیا ہے۔ آپ جلدی سے یہاں پہنچ جائے۔O.K......

لمحہ بھر موسیقی

............☆☆☆............

نوید: انسپکٹر صاحب۔ یہ رہی خاور صاحب کی لاش۔ آپ اپنی کاروائی کر سکتے ہیں۔

انسپکٹر: شکریہ۔ نوید صاحب۔ آپ کس نتیجے پر پہنچ گئے ان کا قتل کس نے کیا۔

گل ثمر: اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں انسپکٹر صاحب۔ قاتل خان آصف خان ہے (آوازیں بھاری پن)

نوید: نہیں گل ثمر جی۔ قاتل وہ نہیں کوئی اور ہے۔ کیوں کہ میں اُس کے بنگلے کی طرف سے آرہا ہوں۔ وہ اپنے گھر میں ہی موجود ہے۔

گل ثمر: کیا......؟ آپ وہاں کیا کر رہے تھے۔ (آواز میں دکھ اور بھاری پن)

نوید: کل میں جب اُن سے ملنے گیا تو انہوں نے کہا تھا کہ آج رات بارہ بجے خاور صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوگا اور میرا سارا دھیان اُن کی طرف چلا گیا اور یہاں یہ حادثہ رونما ہوا۔

گل ثمر: پھر ڈیڈی کا قتل کس نے کیا؟ (آہ وزاری کرتے ہوئے)

نوید: سب کچھ سامنے آجائے گا۔

انسپکٹر: نوید! ہمیں بتائیں کہ قاتل کون ہے ہم اُسے گرفتار کریں گے۔

نوید: آپ اپنا کام کیجئے میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ میں کمرے سے تھوڑی دیر کے لئے باہر جا رہا ہوں۔

انسپکٹر: میڈم۔آپ کا مقتول سے کیا رشتہ ہے؟

گل ثمر: میرا نام گُل ثمر ہے۔یہ میرے ڈیڈی...... (پھر رونا شروع)

انسپکٹر: گل ثمر جی......Please......اپنے آپ پر قابو رکھیں۔ ہماری مدد کریں تا کہ قاتل سامنے آجائے۔اور کون کون رہتا ہے یہاں۔میڈم۔

گل ثمر: میرے شوہر ڈاکٹر ہاشم اور یہ ناصر ہمارا نوکر۔

نوید: انسپکٹر صاحب۔یہ رہا وہ خنجر جس سے مقتول کا خون ہوا ہے۔

انسپکٹر: ہاں دیجئے اِدھر۔اس پر ابھی تازہ خون کے نشانات ہیں۔لیکن یہ آپ کو کہاں سے ملا؟

نوید: یہ مجھے یہیں، اسی بنگلے کے ایک کمرے سے ملا ہے۔

انسپکٹر: O! my God......لیکن آپ کو کیسے معلوم تھا کہ خنجر اسی گھر میں موجود ہے۔

نوید: کیوں کہ جب میں موقعہ واردات پر پہنچا ٹھیک اُسی وقت قتل ہوا اور قاتل کھڑکی سے کود پڑا میں نے کھڑکی سے باہر جھانکا لیکن صحن میں کوئی نہیں تھا اگر قاتل کوئی پرایا ہوتا تو وہ صحن کے راستے سے باہر دوڑتا ہوا چلا جاتا۔

انسپکٹر: اس کا مطلب ہے کہ قاتل اسی گھر میں موجود ہے۔

نوید: جی ہاں۔

انسپکٹر: قاتل کون ہے؟ ہمیں بھی تو بتائیں......؟

نوید: انسپکٹر صاحب......اس گھر کے نوکر کو گرفتار کیجئے۔

انسپکٹر: حوالدار......گرفتار کرلو اِسے۔

حوالدار: ارے چلو......اِدھر......چلو

نوکر: میں......میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں بے قصور ہوں۔

حوالدار: چلو، تھانے تم سب کچھ بک دوگے۔

نوید: انسپکٹر صاحب۔اب انہیں بھی گرفتار کرو

گل ثمر: مسٹر نوید۔آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں یہ میرے شوہر ہیں۔

ڈاکٹر ہاشم: آپ کا دماغ شاید کام نہیں کر رہا ہے مسٹر نوید۔

نوید: میڈم۔آپ کے شوہر ہی اصلی قاتل ہیں۔ اِن کے کہنے پر ہی ناصر نے یہ خون کیا ہے۔آپ کے شوہر وقت سے پہلے ہی آپ کی تمام جائیداد کا مالک بننا چاہتے تھے۔ میڈم۔ میں بہت پہلے سے ہی جان گیا تھا کہ ڈاکٹر ہاشم کی نیت صاف نہیں ہے اس لئے میں سائے کی طرح ان کے پیچھے لگا رہا کبھی کبھی ناصر اور ان کی باتیں میں چوری چھپے سنا کرتا تھا۔ جب میں ان کے ساتھ آم کے باغیچوں کی سیر کے لئے گیا تو انہوں نے مجھے ڈرانے کی کوشش کی۔ کیوں کہ یہ کالا جادو جانتے ہیں۔انہوں نے اپنے جادو سے درختوں میں آگ لگوا دی۔ اور مجھ پر درختوں سے خون کی چھینٹیں بھی گروا دیں۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ کالا جادو تھوڑا بہت ہی سہی میں بھی جانتا ہوں اور تو اور جب میں پہلی دفعہ گاؤں میں داخل ہوا انہوں نے سڑک کے بیچ میں لاش رکھنے کا ناٹک بھی کروایا تھا تا کہ میں یہاں سے بھاگ جاؤں۔

انسپکٹر: لیکن آپ کو یہ خنجر کس کے کمرے سے ملا۔

نوید: یہ خنجر مجھے ناصر کے کمرے سے ملا۔ کیوں کہ مجھے پورا یقین تھا کہ خون اسی نے کیا ہوگا ڈاکٹر ہاشم کے کہنے پر

ڈاکٹر ہاشم: ہاہاہا......ہاہاہا......ہاہاہا......انسپکٹر صاحب۔آپ مجھے گرفتار نہیں کر سکتے؟

انسپکٹر: کیوں نہیں کر سکتا۔آپ کیا ہم پر بھی کالا جادو کریں گے

ڈاکٹر ہاشم: کیوں کہ...... کیوں کہ آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ قتل میں نے کیا......

انسپکٹر: نوید...... اگر ہم انہیں گرفتار کر بھی لیں گے لیکن عدالت میں ہم ہار جائیں گے۔

نوید: انسپکٹر صاحب۔ آپ کو ثبوت چاہیے۔

انسپکٹر: ہاں...... ثبوت...... کیا ثبوت ہے آپ کے پاس؟

نوید: مسٹر خاور...... مسٹر خاور...... انہیں بتا دیجئے کہ اس سازش کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔

خاور: (ایک لمبی جمائی لیتے ہوئے) میں ابھی سب کچھ بتا دوں گا

گل ثمر: ڈیڈی...... ڈیڈی۔ آپ زندہ ہیں۔ (روتے ہوئے اور خوشی کا اظہار بھی)

خاور: ہاں بیٹی میں زندہ ہوں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

گل ثمر: لیکن یہ خون کیسا ہے؟

خاور: یہ خون نہیں ہے بیٹا۔ یہ رنگ ہے۔ بیٹا اگر نوید ہماری مدد نہ کرتے تو تمہارا یہ باپ آج زندہ نہیں ہوتا...... کل جب مجھے نوید نے بتایا کہ خان آصف نے کہا ہے کہ آج رات بارہ بجے مجھ پر حملہ ہونے والا ہے تو نوید نے مجھے یہاں اس بیڈ پر لٹا دیا اور مجھے یہ لوہے کا جیکٹ پہنا دیا۔ اُس پر ایک اور (ڈنلوپ) Dunlop والا جیکٹ پہنا دیا جس میں لال رنگ بھر دیا گیا۔ جب میں یہاں اپنی آنکھیں بند کر کے سونے کی Acting کر رہا تھا تو تمہارا خود غرض شوہر ناصر کو سمجھا رہا تھا کہ کس طرح وہ میرے سینے میں خنجر گھونپ دے گا پھر وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا اور ناصر نے میرے سینے میں خنجر گھونپ دیا دراصل اُس نے Dunlop کے جیکٹ پر وار کیا جس سے رنگ خارج ہو گیا اور وہ سمجھا کہ اُس نے میرا خون کر دیا۔

گل ثمر: ڈاکٹر صاحب...... کتنا پیار کرتی تھی میں تم سے...... آخر تم نے اپنی ذات بتا ہی دی...... یہ سب کچھ تمہارا ہی تو تھا۔ لالچ انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ مجھے بتا دیتے۔ ابھی سے ساری جائیداد تمہارے نام کروا دیتی۔ کیا یہ دھن دولت ہماری محبت اور ہمارے مقدس رشتے سے بھی بڑھ کر ہے؟ افسوس...... صد افسوس!

انسپکٹر: چلئے ڈاکٹر چلئے ......اب تک بہت عیش کئے آپ نے اس گھر میں......اب جیل کی بھی سیر ہو جائے......

نوید: اچھا! مسٹر خاور اب میں بھی چلتا ہوں۔ مجھے ایک اور کیس کے سلسلے میں سرینگر جانا ہوگا......ابھی اسی وقت......خدا حافظ؛......

خاور: خدا حافظ

گل ثمر: خدا حافظ

............END............

......(باب ۲)......

(ٹی وی ڈرامے

”لہو رنگ تصویر“

کردار

۱	راشد انور	(ایک مشہور آرٹسٹ)	۵۰ سال
۲	راجندر	(ایک آرٹسٹ)	۵۰ سال
۳	افشانہ	(راشد کی بیوی)	۴۵ سال
۴	احمد	(راشد کا بیٹا)	۲۵ سال
۵	فقیر	(ایک فقیر نما آرٹسٹ)	۶۵۔۶۰ سال
۶	بیرا	(گیسٹ ہاوس کا بیرا)	۴۰ سال

ڈریس اور Getup (حُلیہ):

۱ راشد انور : [کرتہ پاجامہ، عینک اور بال (آدھے سے زیادہ) سفید]
کاندھے پر بیگ لٹکتا ہوا۔ واسکِٹ کُرتے پاجامے پر پہنا ہوا

۲ راجندر : (کرتہ پاجامہ، واسکِٹ لیکن بال زیادہ تر سیاہ)

۳ فقیر : (لمبے لمبے بال مُنہ پہ کھردری داڑھی، کرتہ پاجامہ کہیں کہیں پٹھا ہوا
زیادہ تر سفید بال)

۴ احمد : عام لباس

۵ افشانہ : عام لباس

۶ بیرا : مخصوص بیرے کی وردی

سین (۱)

لوکیشن: گیسٹ ہاؤس (ظفر نگر)

سیٹ: ایک خوبصورت کمرہ

(ایک خوبصورت Painting جو دیوار پر لگی ہے یہاں سے Scene وسیع ہو رہا ہے)

راجندر: راشد انور صاحب۔ آج میں بہت خوش ہوں

راشد: کوئی خاص وجہ؟

راجندر: راشد صاحب، آپ ملک کے نامور آرٹسٹ ہیں اور میں آپ کے پہلو میں بیٹھا آپ سے محوِ گفتگو ہوں۔ یہی میری خوشی کا کارن ہے۔

راشد: راجندر جی۔ یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے ورنہ میں کس قابل ہوں دراصل آپ خود ایک اچھے آرٹسٹ ہیں جو مجھ جیسے آرٹسٹ کی اِس طرح پذیرائی کرر ہے ہیں......

راجندر: میں آرٹسٹ ضرور ہوں لیکن آپ جیسا......

راشد: راجندر جی چھوڑیئے بھی ان باتوں کو...... اِن باتوں میں کیا رکھا ہے۔ دراصل میں بہت خوش ہو گیا آپ سے ملنے کے بعد...... میں نے پہلے آپ کا فقط نام سُنا تھا آج آپ میرے روبرو ہیں۔ آپ نے اتنی کوفت اُٹھائی آپ اِس گیسٹ ہاؤس میں مجھ سے ملنے آئے۔ اِس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں۔

راجندر: راشدانور صاحب۔ پچھلے پانچ دودن سے یہاں کے مقامی اخباروں میں یہ خبر لگا تار شائع ہو رہی تھی۔ کہ آپ ظفر نگر اکیڈیمی آف فائین آرٹ کی استدعا پر ظفر نگر تشریف لا رہے ہیں۔ جب پہلی بار میں نے یہ خبر پڑھی اُس دن سے میں بہت خوش ہوں۔ بہت خوش

راشد: یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے صاحب۔ پچھلے دودن سے بہت سارے لوگ مجھ سے اِس گیسٹ ہاوس میں ملنے کے لئے آرہے ہیں لیکن آپ سے مل کر مجھے ازحد خوشی ہوئی۔

راجندر: شکریہ

راشد: شکریہ تو مجھے آپ کا ادا کرنا چاہیئے کہ آپ نے......

راجندر: راشدانور صاحب۔ یہاں کی نیشنل گیلری آف ماڈرن آرٹ میں پہلے ہی آپ کے کئی فن پارے موجود ہیں۔ اب کی بار آپ کِس سلسلے میں ظفر نگر تشریف آور ہوئے۔

راشد: دراصل یہاں کی سرکار چاہتی ہے کہ میرے فن پاروں کی ایک نمائش ہو جائے۔

راجندر: یہ میرے لئے فخر کی بات ہے۔

راشد: شکریہ

راجندر: آپ واپس گھر کب لوٹ رہے ہیں

راشد: نمائش ختم ہونے کے بعد......

راجندر: نمائش کتنے دنوں تک چلے گی

راشد: دو چار دنوں تک تو چلے گی ہی......

راجندر: اِس نمائش سے یہاں کے آرٹسٹ بہت کچھ سیکھیں گے

راشد: اور عام لوگ؟

راجندر: عام لوگ مشاہدہ کر سکتے ہیں...... کیوں کہ عوام کے لئے آپ کے فن پاروں میں کوئی نہ کوئی پیغام ضرور ہوتا ہے......اور رہا آرٹسٹوں کا سوال وہ آپ کے برش کی باریکیوں سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں خاص کر آپ کے Abstract آرٹ سے۔

Cut to scene no 2

سین (۲)

لوکیشن: گیسٹ ہاوس کا صحن اور بازار (ظفر نگر)

(راشد انور مخصوص ڈریس پہنے ہوئے قمیض پاجامہ اور کاندھے پر بیگ لٹکائے (Guest House) گیسٹ ہاوس سے نکل رہا ہے۔

کیمرہ Top angle سے اِس منظر کو فلما رہا ہے۔ یعنی کیمرہ گیسٹ ہاوس کی اوپر والی منزل سے یہ منظر شوٹ کر رہا ہے۔ راشد انور گیسٹ ہاوس کے Compound سے باہر نکل رہا ہے۔ اب کیمرہ گیسٹ ہاوس کے باہر...... راشد انور سڑک پر کالونی میں چل رہا ہے۔ اب اِدھر اُدھر مکانوں، دکانوں اور بازاروں کو دیکھ رہا ہے۔ بڑی سنجیدگی کے ساتھ مشاہدہ کرتا ہوا...... آگے نکل رہا ہے...... تھوڑا چلنے کے بعد وہ ایک فقیر نما آرٹسٹ کے سامنے سے چلنے لگتا ہے۔ فقیر نما آرٹسٹ نے سڑک کے کنارے پر اپنی چادر بچھائی ہے جس پر وہ بیٹھا ایک کاغذ پر آدھی ترچھی لکیریں کھینچ رہا ہے۔ واٹر کلر سے وہ کسی سفید کاغذ پر کام کر رہا ہے۔ اُس کے سامنے رنگ بکھرے پڑے ہیں اور کچھ برش (Brush) بھی سامنے پڑے ہیں۔ اِس کے علاوہ چادر پر کچھ کھانے پینے کا سامان بھی ہے جس میں ایک گلاس، برتن، پیالہ وغیرہ شامل ہیں۔ کچھ سگریٹ بھی چادر پر بکھرے پڑے ہیں۔ جونہی اِس کے

سامنے سے راشد انور گزرتا ہے وہ اِسے غور سے دیکھنے لگتا ہے، اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے رک جاتا ہے۔ رُکنے کے بعد پلٹ جاتا ہے اُس فقیر کی طرف...... اُسے گھورنے لگتا ہے...... گھورنے کے بعد قریب جانے کی ہمت کرتا ہے اُس کے سامنے کھڑا ہو کر اُس کے کام کو دلچسپی کے ساتھ دیکھتا ہے۔

فقیر نما آرٹسٹ راشد انور سے بے نیاز اپنے کام میں مصروف ہے...... اِسی میں اُس کی نظر اُس کے پاؤں پر پڑتی ہے۔ کیمرہ فقیر نما آرٹسٹ کے Point of view سے دکھاتا ہے دو۲ پیر اُس کے سامنے کھڑے۔ اب کیمرہ پاؤں سے آہستہ آہستہ tilt up ہو کر اُس کے چہرے پر رُکتا ہے۔

فقیر: ارے کیا دیکھتے ہو بابو (شرارت بھرا لہجہ)

راشد: تمہیں

فقیر: جاؤ بابو اپنا راستہ ناپو...... جاؤ تنگ مت کرو

راشد: میں تمہارے کام کو بھی دیکھ رہا ہوں......

فقیر: آدمی عقل مند لگتے ہو......

راشد: شکریہ

فقیر: آرٹسٹ ہو؟

راشد: لیکن تمہیں کیسے پتہ چلا؟

فقیر: تمہارے حُلیئے سے

راشد: او......

فقیر: بابو صاحب! میں بھی ایک آرٹسٹ ہوں

راشد: وہ دیکھ ہی رہا ہوں

فقیر: کیسا لگا میرا کام؟

راشد: تم ایک بہت بڑے آرٹسٹ ہو......

فقیر: میرا دِل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہو۔

راشد: واقعی تم اچھے آرٹسٹ ہو۔

فقیر: لیکن لوگ کہتے ہیں کہ میں پاگل ہوں

راشد: پاگل ''وہ لوگ ہیں جو ایسا کہتے ہیں''

فقیر: بابو...... ایک شعر مجھے بہت پسند ہے غالبؔ کا ہے۔ تم سنو گے؟

راشد: کیوں نہیں؟

فقیر: عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی

میری وحشت تیری شہرت ہی سہی

راشد: شاعری سے بھی لگاؤ ہے

فقیر: شاعری اور آرٹ زندگی کے دو سہارے ہیں

راشد: اچھا...... پھر ملیں گے۔

(راشد جانے لگتا ہے)

فقیر: ایک منٹ بابو

(راشد رُک جاتا ہے)

فقیر: بابو...... مجھے کچھ رنگ اور کاغذ چاہیئے۔

راشد: کیوں؟

فقیر: فقیر ہوں، رنگوں کی بھیک مانگتا ہوں...... رنگ ہی میری زندگی ہے رنگوں کے بغیر مجھے دُنیا بیمار لگتی ہے...... رنگ ہیں تو پھول ہیں' رنگ ہیں تو بہار ہے' رنگ ہیں تو زندگی

راشد: بابا...... میں تمہارے لئے رنگ ضرور لاؤں گا

فقیر: فقط رنگ؟

راشد: رنگ بھی اور کینواس بھی

فقیر: کیا...... کینواس...... (حیرانگی)...... او بابو صاحب تم انسان نہیں فرشتے ہو...... پہلے میں کینواس پر ہی کام کرتا تھا لیکن جب سے زندگی کے ایک رنگ نے مُنہ پھیر لیا تب سے یہ کاغذ اور یہ بھیک کے رنگ......

راشد: بابا...... میں کل ہی تمہارے لئے قیمتی رنگ اور کینواس لا کے دوں گا پھر تم خوب فن کے جوہر دِکھانا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے

فقیر: بابو صاحب...... اب کی بار میں کینواس پر رنگ نہیں بلکہ اپنے کلیجے کا خون بکھیر دوں گا...... یہ میرا وعدہ ہے۔

............☆☆☆............

سین (۳)

لوکیشن: گیسٹ ہاؤس (ظفر نگر)

سیٹ: (گیسٹ ہاؤس کا کاریڈار اور بیڈ روم)

(گیسٹ ہاؤس کے ایک لمبے کاریڈار میں بیرا ہاتھ میں ٹرے لے کے چل رہا ہے ٹرے پر ایک کیتلی اور کچھ کپ ہیں، بیرا اب ایک دروازے پر دستک دیتا ہے اندر سے آواز آتی ہے "come in" بیرا کمرے کے اندر داخل ہوتا ہے۔اب کیمرہ بیڈ روم کے اندر...... کمرے میں بیڈ کے نزدیک راشد انور ایک کرسی پر اخبار پڑھ رہا ہے۔بیرا سامنے آ کر ٹرے میز پر رکھتا ہے......

راشد: Thank you

(اب بیرا جانے لگتا ہے)

راشد: رکو......ایک منٹ۔

بیرا: (ادب کے ساتھ)yes sir؟

راشد: کیا نام ہے تمہارا؟

بیرا: تبریز

راشد: نام خوبصورت ہے......

بیرا: شکریہ صاحب

راشتہ: تبریز ایک بات بتاؤ؟

بیرا: جی صاحب؟

راشد: میں نے باہر ایک آدمی کو Foot path پر تصویریں بناتے ہوئے دیکھا

بیرا: ہاہاہا...... اچھا اچھا صاحب...... وہ...... بوڑھا...... صاحب سب آرٹسٹوں کو پریشان کرتا ہے۔ رنگوں کی بھیک مانگتا ہے۔

راشد: ہاں وہی...... عجیب بھکاری ہے...... بھیک بھی مانگتا ہے اور وہ بھی رنگوں کی ہاہاہا۔ ہے نا عجیب آدمی؟

بیرا: صاحب......وہ پاگل ہے...... پاگل...... اُس کی باتوں میں مت آیئے گا خوامخواہ پریشان کرے گا۔

راشد: کیا نام ہے اُس کا؟

بیرا: خالد حسین

راشد: اُس کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟

بیرا: صاحب......سُنا ہے کہ اگلے زمانے میں بہت بڑا آرٹسٹ تھا بہت نام تھا اُس کا اور پھر پاگل ہو گیا......

راشد: کیسے؟

بیرا: سُنا ہے کسی عورت کے ساتھ اُس کا عشق چل رہا تھا

راشد: پھر؟

بیرا: اُس عورت نے اُسے پان سمجھ کر چبایا اور پھر تھوک کی مانند Foot path پر تھوک دیا۔

تب سے فٹ پاتھ پر ہی پڑا ہے اور اُلٹی سیدھی لکیریں کھینچتا ہے اور وہ بھی بھیک میں ملے کاغذ پر......

راشد: اِسی لئے تو مجھے اُس نے غالبؔ کا شعر سُنایا اور شعر کیا سُنایا اپنی آپ بیتی سُنائی۔

بیرا: صاحب...... مجھے بھی تو سُنائیں۔

راشد: کیا ایسا مزاج ہے تمہارا؟

بیرا: صاحب یہاں فقط آپ جیسے آرٹسٹ آتے ہیں اُن کی صحبت میں ہمارا مزاج بھی شاعرانہ ہو گیا۔

راشد: یہ بہت اچھی بات ہے۔ میں شعر سُناتا ہوں ؎

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت تیری شہرت ہی سہی

............☆☆☆............

Cut to scene no 4

سین (۴)

لوکیشن: راشد کا مکان (لان)

افشانہ لان میں کُرسی پر بیٹھی ہوئی ہے اُس کے سامنے ایک ٹیبل بھی ہے جس پر بہت سارے اخبارات پڑے ہیں اس کے علاوہ ٹیبل پر چائے بھی ہے۔ افشانہ اخباروں کو دیکھ رہی ہے۔ ایک اخبار اُٹھاتی ہے دیکھتی ہے پھر اُسے نیچے رکھتی ہے اُس کے بعد پھر دوسرا اخبار اُٹھاتی ہے دیکھتی ہے پھر نیچے رکھتی ہے اُس کے چہرے پر خوشی صاف جھلک رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر سے راشد انور نکلتا ہے اور بیوی کے قریب پہنچ کر:

راشد: کیا ہو رہا ہے بھئی؟

افشانہ: (خوشی کا اظہار کرتے ہوئے) یہ دیکھئے تمام اخباروں میں آپ کی تصویریں آئی ہیں۔ آپ کی ایک painting یورپ میں ۵۰ ہزار ڈالروں میں بک چکی ہے۔

راشد: مجھے معلوم ہے

افشانہ: او، اس کا مطلب ہے کہ میں ہی بے خبر تھی۔

راشد: روٹھ گئیں محترمہ: (اب راشد بیٹھتا ہے)

افشانہ: میں آپ سے بات نہیں کروں گی

راشد: افشانہ بچوں کی طرح ضد کرنا آپ کو اس عمر میں زیب نہیں دیتا اب ہم بڑھاپے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہاں! تب کی بات اور تھی جب آپ روٹھ جایا کرتی تھیں اور ہم منایا کرتے تھے۔ افشانہ یاد ہے جب ہماری پریم کہانی جوان تھی میں تمہاری محبت میں اندھا ہو گیا تھا اور......

افشانہ: بس بھی کرو......آپ بھی بچوں سے کچھ کم نہیں...... بچے اب جوان ہو گئے ہیں آتے ہی ہوں گے اگر سُن لیا تو......''

راشد: ارے سُن لیں تو کیا کریں گے......ہم اُن کے ڈر سے آپس میں محبت کرنا چھوڑ دیں گے۔ ارے بھئی ہمارے سینے میں بھی دل ہے' دل میں ارمان ہے اور......''

افشانہ: اب خُدارا خاموش بھی ہو جائیں۔

راشد: ارے آپ تو ڈرپوک نکلیں میں نے ایک شیر دل عورت سے پہلے عشق کیا پھر اُس سے شادی کی...... ہاہاہا......

(اب افشانہ ایک اخبار اٹھاتی ہے اور اُس کو دیکھنے کے بعد)

افشانہ: اس اخبار نے آپ کی اُس painting کا فوٹوگراف بھی چھاپا ہے جو یورپ میں اونچے داموں بک چکی ہے۔

راشد: ذرا اِدھر دیجئے تو؟ (افشانہ کے ہاتھ سے راشد یہ اخبار لیتا ہے اور اسے سنجیدگی سے دیکھتا ہے)

افشانہ: یہ painting آپ نے کب بنائی تھی۔

راشد: ایک سال پہلے

افشانہ: لیکن یہ painting میری نظروں سے آج تک کیوں نہیں گزری ہے؟

راشد: مجھے کیا معلوم؟ یہ سوال آپ خود سے کریں تو بہتر ہے۔

افشانہ: صحیح بات ہے۔ دراصل بڑھاپے کی وجہ سے......''

راشد: افشانہ جی......خود کو بڑھاپے کے کھاتے میں مت ڈالیں۔ مجھے بہت کوفت ہو رہی ہے......ہاہاہا......

افشانہ: ہاہاہا

Cut to scene no 5

............☆☆☆............

سین (۵)

لوکیشن: راشد کا مکان

سیٹ: ڈرائینگ روم

(احمد انور اپنے ڈرائنگ روم میں اخبار پڑھ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد افشانہ Enter کرتی ہے)

افشانہ: (بیٹھتے ہوئے) کوئی خاص خبر چھپی ہے اخبار میں؟

احمد: ہمارے لئے فقط ایک خبر خاص ہے ان دنوں ......ڈیڈی کو ایوارڈ ملنے کی خبر ......اور یہ خبر جو اس اخبار نے شہہ سُرخی بنائی ......"

افشانہ: احمد انور تمہیں اپنے والد پر فخر کرنا چاہئے کہ ان کو life time ایوارڈ سے نوازا جا رہا ہے اور تمہارے ڈیڈی ایک بہت بڑے آرٹسٹ ہیں،

احمد: ہاں امّی! سچ مچ مجھے اُن پر فخر ہے پچھلے دنوں اُن کی ایک painting اونچے داموں کیا بک گئی ہمارے خاندان کا نام اخباروں اور ٹی وی چینلوں کی زینت بن رہا ہے......امی! ایک بات ہمیں ماننی پڑے گی ......ڈیڈی کے بنایہ گھر کاٹنے کو دوڑ رہا ہے......وہ ظفر نگر ایوارڈ لینے کے لئے کیا گئے ہمارے گھر کی زینت ہی غائب ہو گئی......

افشانہ: دو ایک دنوں میں واپس آ رہے ہیں......پھر تمہارے ڈیڈی کے ساتھ ساتھ گھر کی زینت بھی لوٹ آئے گی

احمد: امّی ......تمہاری لاڈلی بیٹی نظر نہیں آ رہی ہے کہاں گئی ہے۔

افشانہ: سر کے پاس گئی ہے اور کہاں جائے گی......مُلاّ کی دوڑ گھر سے مسجد تک

Cut to scene no 6.

سین (۶)

سیٹ: ایک خوبصورت کمرہ

لوکیشن: گیسٹ ہاوس

(راشدانور راجندر کے ساتھ محوِ گفتگو)

راجندر: راشد انور صاحب آج کی تقریب بہت اچھی اور خوبصورت رہی ......ملک کے تمام بڑے آرٹسٹ اور بڑی بڑی شخصیتیں اس تقریب میں شامل تھیں۔ یہاں کے وزیراعلیٰ مہمان خصوصی تھے......راشد صاحب آپ نے بہت خوبصورت تقریر کی...... مجھے معلوم نہ تھا کہ ایک مُصَوِّر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک اچھے مُقَرِّر بھی ہیں

راشد: شکریہ......

راجندر: راشد صاحب مجھے لگتا ہے کہ یہ جو life time award آپ کو ملا ہے یہ آپ کو شاید پانچ سال کے بعد ملتا اگر آپ کی پینٹنگ Europe میں اونچے داموں نہ بکتی۔ آپ کو کیا لگتا ہے۔

راشد: آپ صحیح فرمارہے ہیں......شاید ملتا بھی نہیں......

راجندر: راشد صاحب وہ painting تصویر نہیں تھی بلکہ ایک حقیقت تھی...... عقل حیران ہو جاتی ہے کہ تصویر کی بھی کوئی اتنی خوبصورت تصویر اُتار سکتا ہے......

راشد: شکریہ......

راجندر: کل آپ گھر جارہے ہیں؟

راشد: ہاں

راجندر: ائرپورٹ تک آپ کو میں اپنی گاڑی میں لے جاؤں گا۔ میں نے اکادمی والوں سے کہہ دیا ہے کہ گاڑی کا انتظام نہ کریں......

راشد: آپ بھی کمال کرتے ہیں...... جبکہ میں مہمان اکادمی کا ہوں اور مہمان نوازی کا حق آپ ادا کررہے ہے۔

راجندر: آپ کی مہمان نوازی کرنا میرے لیے خوشی کی بات ہے اور اعزاز کی بھی

راشد: شکریہ... ..

راجندر: شکریہ تو مجھے آپ کا ادا کرنا چاہئے کیوں کہ آپ نے مجھے اپنی مہمان نوازی کرنے کا موقع فراہم کیا۔ کل آپ کے نام کے ساتھ میرا نام بھی لیا جائے گا کم از کم اس بہانے تاریخ آپ کے نام کے ساتھ ساتھ میرا نام بھی دہرائے گی۔

راشد: آپ بہت دُور اندیش ہیں اور مہمان نواز بھی

راجندر: شکریہ...... راشد صاحب آپ آرام کریں آپ بہت تھک چکے ہیں دن بھر تقریب میں آپ سینکڑوں لوگوں کے ساتھ مل چکے ہیں۔ میں کل صبح حاضر ہو جاؤں گا......

............☆☆☆............

Cut to scene no 7

سین (۷)

لوکیشن: گیسٹ ہاؤس (ظفر نگر)

(گیسٹ ہاؤس کے اندر ایک گاڑی آرہی ہے جس کو Drive راجندر کر رہا ہے اور یہ گاڑی گیسٹ ہاؤس کے مین دروازے کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے......تھوڑی دیر کے بعد اندر سے راشد انور نکلتا ہے اُس کے کاندھے پر ایک بیگ لٹک رہا ہے......راشد اب راجندر کے ساتھ آگے والی سیٹ پر بیٹھتا ہے۔تھوڑی دیر کے بعد گاڑی گیسٹ ہاؤس کے کمپاونڈ سے باہر نکلتی ہے اور سڑک پر دوڑنے لگتی ہے اب کیمرہ گاڑی کے اندر......تھوڑی دیر تک گاڑی چلنے کے بعد اُس مقام تک پہنچتی ہے جہاں پر فقیر نما آرٹسٹ اپنی چادر پر سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا ہے۔ جونہی فقیر کی نظر راشد پر پڑتی ہے وہ سڑک کے بیچوں بیچ کھڑا ہو جاتا ہے اور گاڑی کو ہاتھوں سے رُکنے کا اشارہ کر رہا ہے گاڑی رُک جاتی ہے......فقیر نما آرٹسٹ ایک دم راشد کی طرف دوڑتا ہے اُس کا گریباں پکڑتا ہے اور اُس پر برسنے لگتا ہے)

راجندر: ارے ارے پاگل کہیں کا کیا ہو گیا تمہیں؟

(لیکن فقیر اُس کا گریباں نہیں چھوڑتا۔ اب راجندر گاڑی سے نیچے اُتر کر گاڑی کی دوسری طرف جاتا ہے اور فقیر کے چنگل سے راشد کو بچاتا ہے اور پاگل کو دُور دھکیل دیتا ہے۔اب فقیر اپنی نشست تک جارہا ہے......راجندر اب گاڑی میں بیٹھ جاتا ہے اور یہاں سے رفو چکر ہو جاتا ہے۔ گاڑی دُور تک جاتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے......پاگل گاڑی کو دُور تک دیکھتا رہتا ہے اور فرش سے اخبار اُٹھاتا ہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے)

فقیر: ہاہاہا......آرٹسٹ ہے بہت بڑا آرٹسٹ ......ایوارڈ ملا ہے اِسے ایک painting یورپ میں اونچے داموں بک چکی ہے......ہاہاہاہا......چور کہیں کا......

(اب کیمرہ گاڑی میں......راشد اور راجندر گاڑی میں ایئر پورٹ کی طرف جا رہے ہیں۔)

راجندر: پاگل کہیں کا......میں اُس کی جان ہی لیتا اگر آپ......"

راشد: جان بچی تو لاکھوں پائے......

راجندر: آپ اِسے جانتے ہیں؟

راشد: ہاں! ایک دوبار اُسی جگہ ملاقات ہوئی جہاں پر یہ ڈیرا ڈالے ہوئے ہے۔

راجندر: راشد صاحب۔ آپ کو ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں ملنا چاہئے۔

راشد: میں کہاں ملا بس راستے میں مڈبیڑ ہوگئی اور یہ سمجھ بیٹھا......"

راجندر: راشد صاحب آپ ایک بہت بڑے آرٹسٹ ہیں آپ کو ایسے لوگوں کے نزدیک بھی نہیں جانا چاہئے......ان کا کیا بھروسہ۔

راشد: ہاں ......پاگل ہے......پاگل کہیں کا......میں نے اُسے چند کینوَاس اور اعلیٰ قسم کے رنگ خرید کے دے دیئے تھے اور اِس نے......"

راجندر: یہ عجیب قسم کا آدمی ہے رنگ بھیک میں لیتا ہے......

راشد: بھکاری کہیں کا

راجندر: آئیندہ جب آپ ظفر نگر آئیں تو اُس طرف پیدل نہ جائیں......اُس پاگل کا کیا بھروسہ۔

(پھر گاڑی دُور تک جاتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے)

Cut to scene no 8

سین (۸)

سیٹ: ایک خوبصورت کمرہ

لوکیشن: راشد کا مکان

(راشد اپنی اہلیہ کے ساتھ چائے پیتا ہے افسانہ کے ہاتھ میں اخبار ہے وہ اخبار پڑھ رہی ہے)

راشد: بچے نظر نہیں آرہے ہیں...... کہاں ہیں؟

افشانہ: احمد ابھی سو رہا ہے

راشد: اور وہ ہماری گڑیا......

افشانہ: ''سر'' کے پاس گئی ہے

راشد: چلو ٹھیک ہے...... پڑھائی کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئی ہے بچاری۔ ننھی سی جان اور......''

افشانہ: (حیرانگی کا اظہار) ارے ظفر نگر میں آپ پر حملہ ہوا ہے۔ (اخبار پڑھتے ہوئے)

راشد: ہاہاہا......

افشانہ: بڑے بے پرواہ ہیں آپ اتنا بڑا حادثہ ہوا اور آپ نے بتایا نہیں۔

راشد: یہ اخبار والے بھی رائی کو پہاڑ بنا دیتے ہیں ارے محترمہ کچھ ہوا ہی نہیں

افشانہ: کیا کہہ رہے ہیں آپ اخبار لکھتا ہے کہ راشد انور کو شہرت کیا مل گئی اُس کے دشمنوں میں اضافہ ہوا۔

راشد: وہ شخص تو پاگل ہے جس نے مجھ پر حملہ کر دیا

افشانہ: پاگل؟

راشد: ہاں پاگل......

افشانہ: آپ اُسے جانتے ہیں؟

راشد: اچھی طرح سے۔ میں نے اُس کو رنگ اور کینواس بازار سے خرید کے دے دیئے وہ اُلٹی سیدھی لکیریں کھینچتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا فنکار سمجھتا ہے

افشانہ: پھر اُس نے آپ پر حملہ کیوں کر دیا؟

راشد: پاگل جو ٹھہرا......ہاہاہا......ہاہاہا......ہاہاہا......

(پھر آہستہ آہستہ راشد کی آنکھوں کو کیمرہ close کرتا ہوا۔ اُس کی آنکھوں کے tight close up سے flash back شروع ہوتا ہے)

Cut to FLASH ___ BACK

لوکیشن :فُٹ پاتھ (ظفر نگر)

Flash Back Starts

سین (۹)

(راشد فقیر کے سامنے)

(فقیر کے سامنے ایک خوبصورت painting پڑی ہے، راشد اس painting کو اپنے ہاتھ میں اُٹھاتا ہے)

راشد: ہاہاہا......بابا......بہت خوبصورت فن پارہ ہے......تمہاری انگلیوں میں جادو ہے

فقیر: . پہچان خوب ہے تمہاری خود جو آرٹسٹ ہو

راشد: لیکن تم جیسا عظیم فنکار میں نہیں ہوں۔

فقیر: مسکا لگاتے ہو کیا؟

راشد: نہیں سچ کہہ رہا ہوں......بابا......یہ painting تم مجھے دیدو......

فقیر: تم ہی لیجاؤ......اِس پر تمہارا ہی حق ہے......کیوں کہ جس کینو اس پر میں نے یہ تصویر بنائی ہے وہ تم نے ہی مجھے خرید کے دیدیا ہے......لیکن تم اِس تصویر کا کروگے کیا؟

راشد: اپنے ڈرائنگ روم میں رکھوں گا......تمہارے نام کی تختی اس painting کے اوپر رہے گی......

فقیر: پھر تو تم بڑے فنکار ہو......painting لیجاؤ......مگر مجھے کچھ رنگ اور کینواس خرید کے دیدو.......

راشد: کیوں نہیں ضرور خرید کے دوں گا۔ایک نہیں......ڈھیر سارے کینواس اور رنگ تمہیں خرید کے دوں گا......ہاہاہا.......

FLASH___BACK ENDS

Note:- seen No.8 resumes again with the same characters (Rashid and Afshana) scene expands from (the tight close up of the eyes of Rashid)

راشد: ہاہاہا.......

افشانہ: ارے آپ کہاں کھو گئے تھے

راشد: ایک خوبصورت یاد کی دلدل میں......ہاہاہا.......

راشد: (Overlap) افشانہ......وہ خوبصورت painting جو میرے نام کے ساتھ یورپ میں بک گئی دراصل اُسی پاگل نے بنائی تھی......اُس پاگل نے مجھ پر اسی لئے حملہ کیا تھا کیوں کہ میں نے اُس کے بھروسے کا خون کیا ہے اِس شہرت کی بھیک اُسی پاگل کی دین......

............END............

زندگی کے آس پاس

کردار

نمبر	نام کردار	عمر
ا۔	کمال الدین احمد	60-65سال
۲۔	رضی احمد	60-65سال
۳۔	ساجد	30-35سال
۴۔	ناظمہ	30سال
۵۔	راشد	35-40سال
۶۔	رضیہ	35سال

منظر ۱

لوکیشن: Civil Lines of the City

سیٹ: کوئی بھی خوبصورت راستہ اور ایک پارک

(کیمرہ کی آنکھ میں پہاڑ کی چوٹی سمائی ہوئی ہے اور سورج آہستہ آہستہ سے طلوع ہو رہا ہے یہاں سے سین وسیع ہو رہا ہے اب کمال الدین احمد سڑک پر آہستہ آہستہ دوڑتا ہوا دِکھائی دے رہا ہے...... کیمرہ کے قریب پہنچ جاتا ہے اور اب آگے کی طرف جاتا ہوا، کیمرہ اُس کا پیچھا دُور تک کرتا ہوا۔ یہاں تک کہ وہ ایک پارک کے پاس پہنچ جاتا ہے اب پارک کے اندر گھُس جاتا ہے پارک میں کچھ لوگ پہلے ہی موجود ہیں کچھ لوگ ورزش کررہے ہیں اور کچھ لوگ بینچوں پر بیٹھے ہوئے ہیں...... کمال الدین احمد ہانپتے ہوئے پارک میں ایک Bench پر بیٹھ جاتا ہے...... اور دم سنبھالتا ہے...... تھوڑی دیر کے بعد ہی اُس کی نظر شیخ رضی احمد پر پڑتی ہے...... اس شخص نے بہت ہی خوبصورت track سوٹ پہن رکھا ہے اور پاؤں میں خوبصورت sports shoes پہنے ہوئے ہیں...... حالانکہ کمال الدین نے بھی track سوٹ پہنا ہے مگر وہ بہت معمولی سا ہے...... کمال الدین اس شخص کو گھورتا ہے...... وہ بار بار اُسے دیکھ رہا ہے...... شیخ رضی احمد پارک میں کمال الدین کے سامنے مختلف قسم کی کسرتیں کررہا ہے...... کمال الدین اس شخص کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ دیکھ رہا ہے...... اور Bench پر بیٹھے بیٹھے اندر سے سوچ رہا ہے۔

کمال الدین: (Overlap......) کتنا پھرتیلا ہے یہ شخص۔ مجھ سے دو چار سال عمر میں بڑا ہی ہو گا لیکن۔ لیکن۔ کتنا خوبصورت اور پھرتیلا ہے اس عمر میں بھی۔ اس کا راز کیا ہو سکتا ہے۔ "ہوں" میں سمجھ گیا۔ سمجھ میں آیا مجھے اس کی صحت اور اِس کی جوان مردی کا راز۔ یہ بہت ہی خوش حال ہو گا۔ اس کے بچے بہت پیار کرتے ہوں گے اس سے......اسی لئے صحت مند ہے......اور جب خود پر غور کرتا ہوں تو اپنی کشتی کو غموں کے بھنور میں دیکھتا ہوں......میری صحت جواب دے رہی ہے......ہاں یہ سب میرے بچوں کی دین ہے۔ سب میرے بچوں کی دین ہے......"

(آہستہ آہستہ کمال الدین احمد کی آنکھوں کو camera کلوز کرتا ہوا)

Cut to flash Back

سین ۲

سیٹ: ڈرائنگ روم

لوکیشن: ساجد کا مکان

Flash - Back - Starts

وقت: صبح (دن)

(کمال الدین احمد چائے کی چسکیاں لے رہا ہے......ہاتھوں میں اخبار......اخبار کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے......کمال الدین بڑے آرام کے ساتھ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہے......اسی اثنا میں اُس کی بہو اندر آ جاتی ہے......)

ناظمہ: ارے ابو جی......آپ یہاں تشریف فرما ہیں......میں تھک گئی آپ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے......کبھی برآمدے میں......کبھی اوپر......کبھی نیچے......آپ یہاں آرام کے ساتھ چائے نوش فرما رہے ہیں......اوپر سے اخبار پڑھ رہے ہیں......آپ کو پتہ ہے یہ اخبار کہاں سے آتا ہے؟ اس کے لئے پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے......مفت کا نہیں ہے ہاں۔

کمال الدین احمد: ارے بہو تم بولے جا رہی ہو آخر میری خطا کیا ہے؟

ناظمہ: ابو جی......آپ کی زبان سے بہت کڑواہٹ ٹپکنے لگی ہے......

کمال الدین احمد: بہو کڑوے بول تو تم بول رہی ہو اور اوپر سے الزام مجھ پر لگا رہی ہو......

ناظمہ: کیا کیا کہا آپ نے میں کڑوا بول رہی ہوں...... کیا زمانہ آ گیا ارے ابو جی کچھ تو شرم کیجئے...... ایک تو آپ گھر میں مفت کی روٹیاں توڑ رہے ہیں اوپر سے یہ لمبی زبان...... جب سے آپ ریٹائر ہو گئے تب سے......"

(اسی میں ساجد اندر آتا ہے اور صوفے پر بیٹھ جاتا ہے)

ساجد: ارے ارے ناظمہ آخر ہوا کیا ہے تم ابو جی پر اس طرح کیوں برس رہی ہو......

کمال الدین: ارے بیٹا اِس کے پاس جواب ہو تو یہ کچھ کہے......

ناظمہ: ساجد۔ ابو جی یہاں آرام سے چائے نوش فرما رہے ہیں اُدھر شاہ رخ کی بس مِس ہو رہی ہے۔ اُس کو سکول کون لے کے جائے تمہارے والد تو ٹھہرے کام چور، میرے بچے کا مستقبل داؤ پر لگ چکا ہے اس گھر میں۔

ساجد: ابو جی۔ ناظمہ سچ ہی تو کہہ رہی ہے۔ آپ پہلے سے ہی کام چور ہیں اب اس بڑھاپے میں کچھ تو ڈھنگ سے کام کیجئے...... اب مہربانی کر کے جلدی سے شاہ رخ کا بستہ اُٹھائے اور اُسے بس میں ڈال کر فوراً آئیں......

Flash Back Ends

(کمال الدین احمد کی آنکھوں کے کلوز سے منظر وسیع ہو رہا ہے)......

(Scene no 1 resumes again in the park where Razi Ahmad is busy in Exercises and Kamal Ahmad is seated on the bench)

تھوڑی دیر کے بعد رضی احمد کسرت سے فارغ ہو کر کمال الدین احمد کے پاس بیٹھ جاتا ہے اُس Bench پر جس پر کمال الدین پہلے ہی سے بیٹھا ہوا ہے...... کمال الدین احمد، رضی احمد کی طرف بار بار دیکھ رہا ہے اور جب رضی احمد کی نظر اس پر پڑتی ہے وہ ایک دم نظریں پھیر لیتا ہے اور دوسری

طرف اپنی نظروں کو دوڑاتا ہے......)

رضی احمد: ارے آپ بار بار کیوں میری طرف دیکھ رہے ہیں......

کمال الدین: آ! آ! آپ مجھ سے کچھ فرمار ہے ہیں؟

رضی احمد: اور نہیں تو ان پیڑوں سے کہہ رہا ہوں

کمال الدین: کیا کہا آپ نے؟

رضی احمد: اب چھوڑئے بھی ان باتوں کو......آپ بھی عجیب قسم کے آدمی ہیں دراصل میں موقع ڈھونڈ رہا تھا آپ سے بات کرنے کا

کمال الدین: او......ہاہاہا

رضی احمد: آپ یہاں روز آتے ہیں کیا؟

کمال الدین: تقریباً

رضی احمد: تقریباً یہ لفظ کمزور آدمیوں کا قول ہے

کمال الدین: تقریباً

رضی احمد: ہاہاہا

کمال الدین: ہاہاہا

کمال الدین: آپ کا نام؟

رضی احمد: رضی احمد......اور آپ کا؟

کمال الدین: کمال الدین احمد

رضی احمد: کمال صاحب، اس وقت میں جلدی میں ہوں...... مجھے جانا ہوگا......"اچھا خُدا حافظ" پھر ملیں گے

(رضی احمد کھڑا ہو جاتا ہے اور جانے لگتا ہے دوڑتے ہوئے)

کمال الدین: ''خدا حافظ''

(رضی احمد دوڑتے ہوئے دُور تک جاتا ہوا (کمال الدین کے point of view سے دکھاتے ہیں) کمال الدین اسے دُور تک دیکھتا رہتا ہے)

کمال الدین: (Overlap) کتنا پھرتیلا ہے کتنا smart...... میری تو جان ہی نکل گئی دوڑتے ہوئے ...... میں دس بیس میٹر دوڑتا ہوں اور پھر کچھ پل rest کرتا ہوں اور پھر دوڑنے لگتا ہوں ...... لیکن یہ شخص تو مسلسل دوڑ رہا ہے دوڑتے آیا بھی اور دوڑتا ہوا چلا گیا......

(Cut to scene no 3)

سین نمبر ۳

وقت: صبح (دن)

لوکیشن: ساجد کا مکان

سیٹ: ڈرائینگ روم:۔

(کمال الدین اپنے گھر میں اخبار پڑھ رہا ہے......اس اثنا میں اندر ساجد آ جاتا ہے اور اپنے باپ کے سامنے بیٹھ جاتا ہے)

ساجد: ابو جی؟

کمال الدین: ہاں بیٹا (اخبار سے نظریں اٹھاتا ہے)

ساجد: آج کونسی تاریخ ہے؟

کمال الدین: اکتوبر کی 31 ویں

ساجد: آج آپ کو راشد کے یہاں جانا ہے پورے ایک مہینے کے لئے

کمال الدین: جانتا ہوں بیٹا

ساجد: ابو جی یہ سب کرتے ہوئے ہمیں بھی اچھا نہیں لگتا کیا کریں مہنگائی بہت ہے اوپر سے ہم بچے والے ہیں

کمال الدین: ہاں بیٹا بہت مہنگائی ہے باپ کا بوجھ بیٹے کے کاندھوں پر بہت بھاری ہوتا ہے اس مہنگائی والے زمانے میں

ساجد: شکر ہے اللہ کا کہ ہم دو بھائی ہیں

کمال الدین: ہاں شکر ہے اللہ کا......میرے دو دو بیٹے ہیں دونوں مل کر میرا بوجھ اُٹھاتے ہیں......ایک مہینہ ایک بیٹے کے پاس گزارتا ہوں تو دوسرا مہینہ دوسرے بیٹے کے پاس گزارنا پڑتا ہے شکر ہے اوپر والے کا کہ میرے دو بیٹے ہیں ورنہ......"

(اسی میں اندر ناظمہ آجاتی ہے اور دونوں کے روبرو بیٹھ جاتی ہے)

ساجد: یہ بچے نظر نہیں آرہے ہیں کہاں گئے ہیں؟

کمال الدین: میں انہیں میڈم کے پاس چھوڑ آیا ہوں

ناظمہ: ابو جی......آج 31 ویں تاریخ ہے......آپ کو یاد ہے نا؟

کمال الدین: ہاں بیٹا یاد ہے......ساجد نے خوب یاد دلایا......

ناظمہ: ابو جی......کیا کریں، مہنگائی......"

کمال الدین: ہاں بیٹا میں جانتا ہوں تھوڑی دیر کے لئے اگر بھول جاتا ہوں تو میرے بچے مجھے یاد دلاتے رہتے ہیں کہ مہنگائی کا موسم ہے اوپر سے والدین کا بوجھ......بیٹا......گھبرانے کی ضرورت نہیں ماں باپ پکے ہوئے پھل کی طرح زندگی کے پیڑ پر لٹکتے ہیں جو زور سے ہوا کا جھونکا چلا تو زمین پر گر جاتے ہیں......پھر پیڑ اپنے آپ کو ہلکا محسوس کرتا ہے

ناظمہ: ابو جی......آپ بہت سمجھدار ہیں......آپ کو سمجھانا سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہے......دیکھئے ابو جی......ہم آپ کو راشد بھیا کے یہاں نہیں بھیجتے مگر کیا کریں مجبوری ہے......جب آپ Service میں تھے تو گزر بسر ہو جاتی تھی......

کمال الدین: بہو......یہ بات تم نے بہت خوب کہی......تب گزر بسر ہو جاتی تھی......بہو میری تنخواہ بھی اچھی خاصی تھی......آفیسر تھا کوئی چپراسی نہیں......لیکن retire ہو جانے کے بعد تنخواہ نہیں بلکہ pension ملتی ہے......اور pension بہت کم ہوتی ہے......

ناظمہ: ہاں ابو جی......آپ سب سمجھتے ہیں ہمیں آپ پر فخر ہو رہا ہے......اور تو اور ابو جی pension کے بھی دو حصے ہو جاتے ہیں نصف pension ہم لوگ رکھتے ہیں اور نصف pension راشد بھیا کے یہاں چلی جاتی ہے......

کمال الدین: ہاں بیٹے......وہ بھی مجھے ایک مہینے اپنے پاس رکھتا ہے اُس کا بھی حق بنتا ہے کوئی تو مفت میں کھلائے گا نہیں۔

ساجد: ابو جی......مفت کی بات نہیں ہے......ویسے یہ آپ کی آدھی penison آپ پر دو دن میں ختم ہو جاتی ہے

کمال الدین: ہاں ساجد بیٹے......مجھ پہ خرچہ بہت آتا ہے تم لوگوں کو......بہت مہنگے شوق پال رکھتا ہوں......اخبار پڑھنا، روز نہانا کھانا ہضم کرنا، وغیرہ وغیرہ......

ساجد: چھوڑیئے ابو جی......یہ سب آپ کے تیئں ہمارا فرض ہے......

کمال الدین: شکریہ......تم لوگوں کو اپنے اپنے فرائض یاد ہیں......

ناظمہ: آپ کو کوئی دکھ تو نہیں ہے اس گھر میں؟

کمال الدین: نہیں بیٹے......نہیں......دُکھ صرف اس بات کا ہے کہ میں نے اپنے بڑھاپے کے بارے میں کچھ زیادہ ہی سپنے دیکھے تھے......کسی نے کہا ہے کہ جب انسان چالیس برس کا ہو جائے اگر تب اُس نے لاٹھی ہاتھ میں نہ لی تو اُس نے نافرمانی کی......جانتی ہو بیٹی کیوں؟

ناظمہ: نہیں......

کمال الدین: کیوں کہ انسان کو اپنا سہارا خود بننا چاہیئے

ناظمہ: اچھا چھوڑیئے ان باتوں کو......آج شام کو آپ راشد بھیا کے یہاں جا رہے ہیں پورے ایک مہینے کے لئے......شام ڈھلنے سے پہلے شاہ رُخ کو میڈم سے لیتے آئیں اور کل کے لئے سبزی بھی بازار سے لیتے آئیے گا......

(Cut to scene No 4)

سین ۴

وقت: صبح (دن)

لوکیشن: راشد کا مکان

سیٹ: ڈرائینگ روم:

(رضیہ اور راشد ڈرائینگ روم میں بیٹھے ہوئے ہیں)

راشد: ابو جی تو آ گئے تھے Morning walk سے...... کہاں گئے؟

رضیہ: بچوں کو سکول لے گئے؟

راشد: رضیہ...... جب سے امّی کا انتقال ہو گیا تب سے ٹوٹ سے گئے ہیں ابو جی......

رضیہ: ہاں راشد...... کچھ بُجھے بُجھے سے لگتے ہیں...... لیکن ہم بھی کیا کریں تم بھی نوکری کر رہے ہو...... میں بھی نوکری کر رہی ہوں...... ہم وقت نہیں دے پا رہے ہیں اُن کو......

راشد: ہاں رضیہ...... وقت نہیں دے پا رہے ہیں اُن کو ہم...... وقت ہمارے پاس ہے کہاں؟

رضیہ: دن بھر آفس میں جانوروں کی طرح کام کرتے رہتے ہیں......

راشد: اور جب لوٹ آتے ہیں تو تھکے تھکے سے...... موڈ خراب اور آنکھوں میں مستقبل کے سپنے اوپر سے بچوں کی پڑھائی کے بوجھ کا ماتم......

رضیہ: اور ابو جی پر تنہائیوں کا قہر برستا ہے......

راشد: لیکن بڑھاپے کا موسم تو ہوتا ہی ہے تنہائیوں والا......

رضیہ: لیکن ساجد بھیا اور اُس کی اہلیہ بہت خودغرض ہیں

راشد: کیوں کیا ہوا؟

رضیہ: کل 31 ویں تاریخ تھی کل شام کو ہی ابو جی کو ہمارے یہاں بھیج دیا صبح کو نہیں بھیج سکتے تھے......

راشد: ویسے وہ بہت حساب کتاب رکھنے والے لوگ ہیں دونوں Teacher ہیں اور ٹیچرز Budget کے پنجرے میں رہ کر زندگی گزارتے ہیں

رضیہ: اگر حساب کتاب کے وہ اتنے ہی پکّے ہیں تو کل شام کا کھانا ابو جی کو اُن کے یہاں ہی کھا لینا چاہیے تھا۔

راشد: نہیں رضیہ......تم نے غلط حساب لگایا...... 31 ویں تاریخ مہینے کا اضافی دن ہوتا ہے اس لئے ابو جی کو انہوں نے دوپہر کا کھانا اپنے یہاں کھلایا اور شام کا کھانا کھانے کے لئے ہمارے یہاں بھیج دیا......

رضیہ: O! my God......

راشد: بہت کنجوس لوگ ہیں یہ

رضیہ: لیکن حساب کتاب کے پکے ہیں......

راشد: ہاں......حساب کتاب کے پکے، اصول پسند......اور......اور......"

رضیہ: اور......؟"

راشد: خودغرض بھی

رضیہ: اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟

راشد: ہم سب خودغرض ہیں ......اور مجبور بھی ......مجبور اس لئے ہیں کہ ہم خودغرض ہیں ......ورنہ......"

(اسی دوران اندر کمال احمد آجاتا ہے اور اپنے بہو اور بیٹے کے روبرو بیٹھ جاتا ہے)

راشد: ابو جی......بچوں کو چھوڑ آئے سکول

کمال احمد ہاں بیٹا......چھوڑ آیا......

راشد: تھک گئے کیا؟

کمال احمد: نہیں بیٹا......ایک باپ کو اپنے بچے بوجھ نہیں لگتے......کیوں کہ انسان جس کام کو بوجھ سمجھ کر کرتا ہے وہ اُسے تھکاتا ہے......بیٹا اپنے باپ کو بوجھ سمجھ سکتا ہے لیکن باپ اپنے بیٹے کو بوجھ نہیں سمجھ سکتا کبھی نہیں......کبھی نہیں......

(Cut to scene no 5)

وقت: صبح (دن)

لوکیشن: خوبصورت راستہ اور اُس کے ساتھ منسلک پارک

(Civil Lines areas of the city)

سین ۵

(کمال الدین احمد دوڑ رہا ہے......کچھ دیر دوڑنے کے بعد وہ پارک کے نزدیک پہنچ جاتا ہے اور بعد میں پارک کے اندر دوڑتے ہوئے پہنچ جاتا ہے، اب اپنے مخصوص Bench پر بیٹھ جاتا ہے......تھوڑی دیر کے بعد دُور سے (کمال الدین احمد کے point of view سے دکھاتے ہیں) کہ رضی احمد خوبصورت ٹریک سوٹ میں ملبوس دوڑتے ہوئے کمال کی طرف آرہا ہے......رضی کو دیکھتے ہی کمال کے چہرے پر مسکراہٹ اُبھرنے لگتی ہے وہ خوش ہو جاتا ہے......کمال نے دُور سے ہی رضی کا خیر مقدم ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے کیا......رضی نے بھی اس کا جواب ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے دیا......تھوڑی ہی دیر کے بعد کمال، رضی احمد کے نزدیک ہانپتے ہوئے رُک جاتا ہے)

رضی احمد: کیسے ہیں آپ؟ (ہانپتے ہوئے)

کمال الدین: ٹھیک ہوں......آپ کیسے ہیں (اعتماد کے بغیر)

رضی احمد: (اعتماد کے ساتھ) بالکل بخیر و عافیت اور تندرست......

کمال الدین: آپ کی Timing کمال کی ہے، روز آپ اسی وقت جلوہ افروز ہو جاتے ہیں

رضی احمد: وقت کا میں پابند ہوں......یوں کہیئے کہ وقت کا غلام ہوں......اسی لئے آپ سے زیادہ بات نہیں ہو سکتی ہے......you will excuse me میں پہلے Excercise کرلوں بعد میں بات کریں گے......

کمال الدین: please

(تھوڑی دیر تک رضی احمد کسرت کرتا ہے.....تب تک کمال الدین اپنے خیالوں میں مگن رہتا ہے)

کمال الدین: (Overlap)...... پھرتیلا ہے یہ نوجوان بوڑھا، مجھے تو اِس پر بہت رشک آتا ہے.....(کمال الدین کے چہرے کو کیمرہ کلوز کرتا ہوا) کاش میں بھی اِسی طرح بوڑھاپے میں بھی نوجوان ہوتا......مجھے اپنے گھر والوں نے وقت سے پہلے ہی بوڑھا کر دیا......میری قسمت میری دشمن ہے یہ شخص بوڑھاپے میں بھی خوبصورت ہے شاید اِسی کو کہتے ہیں جب خُدا حُسن دیتا ہے تو نزاکت آ ہی جاتی ہے......

رضی احمد: کمال الدین احمد صاحب آپ کن خیالوں میں کھو گئے ہیں جناب (کیمرہ ایک دم کمال کے چہرے سے zoom out ہو جاتا ہے منظر وسیع ہو جاتا ہے کمال اس مکالمے کو سُن کر چونک سا جاتا ہے......اُس کے سامنے رضی احمد کھڑا ہے اُس نے کسرت سے فراغت حاصل کی ہے)

کمال الدین: آپ؟ اچھا تو آپ کسرت سے فارغ ہو چکے ہیں؟

رضی احمد: ہاں بھئی ہاں؟ اب میں آپ سے بات کر سکتا ہوں

(رضی احمد کمال کے ساتھ Bench پر بیٹھ جاتا ہے)

کمال احمد: پچھلے دو تین دنوں سے آپ سے بات نہیں ہو سکی......آپ اکثر جلدی میں ہوتے ہیں؟

رضی احمد: ہاں......میں عُجلت پسند ہوں ہر کام وقت سے پہلے ہی ختم کرنے کا بھوت سوار ہے مجھ پر......

کمال احمد: ہاہاہا......

رضی احمد: کچھ سوچ رہے تھے آپ......

کمال الدین: نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے

رضی احمد: بہت اُداس رہتے ہوں گے آپ

کمال الدین: شاید......

رضی احمد: کیوں؟

کمال الدین: کیوں کہ جی رہا ہوں......

رضی احمد: میں بھی تو جی رہا ہوں

کمال الدین: آپ فقط جی نہیں رہے ہیں زندگی کا لطف بھی اُٹھا رہے ہیں

رضی احمد: آپ نہیں اُٹھا سکتے؟

کمال الدین: شاید نہیں......

رضی احمد: کیوں؟

کمال الدین: آپ کے کتنے بچے ہیں؟

رضی احمد: دو

کمال الدین: لگتا ہے دونوں بہت پیار کرتے ہیں آپ سے

رضی احمد: آپ کے بچے کیا آپ سے پیار نہیں کرتے؟

کمال الدین: ہماری معیاد پوری ہوئی زمانہ تمہارا زمانہ ہے اب

رضی احمد: لگتا ہے آپ کے بچوں نے آپ کو بہت ستایا ہے؟ کتنے بچے ہیں آپ کے؟

کمال الدین: دو......میرے بچے اب بچے نہیں رہے اپنی عمروں سے بڑے ہو گئے مجھ سے بھی بڑے......

رضی احمد: میرے بچے بہت پیار کرتے ہیں مجھ سے......میرے پوتے پوتیاں بھی ہیں۔ گھر بھرا بھرا سا رہتا ہے تو اچھا لگتا ہے، ہے نا......

کمال احمد: شاید

رضی احمد: شاید؟ (حیرانگی کا اظہار)

کمال احمد: مجھے کیا معلوم...... بچوں کا پیار کیا ہوتا ہے پوتے پوتیوں کی محبت کسے کہتے ہیں میں تو قسطوں میں جی رہا ہوں

رضی احمد: میں کچھ سمجھا نہیں

کمال الدین: ایک مہینہ ایک بیٹے کے پاس جی رہا ہوں دوسرا مہینہ دوسرے بیٹے کے ساتھ بھگت رہا ہوں

رضی احمد: کیوں؟

کمال احمد: وہ میرا پورا بوجھ نہیں اُٹھا پار ہے ہیں اس لئے آدھا بوجھ ایک بیٹا تو آدھا بوجھ دوسرا بیٹا اُٹھا رہا ہے...... جب سے میری بیوی کا انتقال ہوا ہے تب سے میں آدھا رہ گیا ہوں...... کاش میں نے اپنے بیٹوں کی باتوں میں آکر اپنا آبائی مکان نہ بیچا ہوتا تو آج مجھے یہ دن دیکھنے نہ پڑتے......

رضی احمد: آپ کے ساتھ بہت زیادتی ہو رہی ہے...... آپ کبھی میرے گھر پر تشریف لے آئیں آپ کے دِل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا...... بہت ہلکا...... میرے بچے اور میرے پوتے پوتیاں آپ کو دیکھ کر خوش ہو جائیں گے......

Cut to scene no 6

سین نمبر۶

وقت: دن (صبح)

لوکیشن: راشد کا گھر

سیٹ: ڈرائینگ روم:۔

(کمال الدین اور رضیہ بیٹھے ہوئے ہیں رضیہ اخبار پڑھ رہی ہے)

رضیہ: راشد؟

راشد: ہوں......کیا بات ہے؟

رضیہ: یہ خبر دیکھی آپ نے

راشد: کون سی؟

رضیہ: ایک ہی خبر ہے اس اخبار میں......جو آپ نے شاید نظر انداز کر دی......

راشد: اب کہو بھی کونسی خبر ہے اِس اخبار میں جس نے تم کو چونکا دیا......

رضیہ: شہر میں چوریاں بہت ہو رہی ہیں......اور تو اور اِس کالونی میں بھی کل دِن دھاڑے ڈاکہ پڑا ہے......

راشد: تم کو نہیں معلوم......تم اخبار میں پڑھ رہی ہو......آج صبح نماز کے بعد مسجد میں اِسی بات پر بحث ہو رہی تھی......

رضیہ: اور تم نے کوئی قدم نہیں اُٹھایا......

راشد: میں کیا کر سکتا ہوں......میں چوروں کے پیر پکڑوں کہ میرے گھر میں ڈاکہ نہ ڈالو......یہ بھی کر کے دکھاتا اگر چوروں کو جانتا......

رضیہ: راشد تم بھی کمال کرتے ہو......کم از کم ابو جی سے کہہ سکتے ہیں کہ دن بھر گھر پر ہی رہیں......

راشد: ابو جی سُن رہے ہیں ویسے بھی یہ نوکری اب نہیں کرتے، گھر میں آرام کے ساتھ رہ سکتے ہیں دن بھر......

رضیہ: کیوں ابو جی؟

کمال الدین: ہاں بیٹا......مجھے کوئی اور کام تو ہے نہیں ......اب چوکیداری بھی کر کے دیکھ لیں گے......

رضیہ: ابو جی......یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ آپ کا اپنا گھر ہے اپنے گھر کی کوئی چوکیداری کرتا ہے کیا؟

کمال الدین: نہیں بیٹا......یہ میرا اپنا گھر ہے زبان پھسل گئی تھی میرا مطلب تھا نگہبانی......کل سے اس گھر پر میری پوری نگاہ رہے گی

راشد: آج سے کیوں نہیں؟

کمال الدین: آج میں اپنے ایک دوست کے یہاں جا رہا ہوں......

(Cut to scene no 7.)

منظر ۷

سیٹ: ڈرائینگ روم:

(ایک بچے کی تصویر سے منظر وسیع ہوتا ہے پھر پتہ چلتا ہے کہ بچے کی ایک بڑی تصویر (پوسٹر) دیوار پر لگی ہوئی ہے...... آہستہ آہستہ جب منظر وسیع ہوتا ہے تو ڈرائینگ روم میں رضی احمد اور کمال الدین احمد صوفے پر بیٹھے ہوئے ہیں...... ڈرائینگ روم میں فرش پر کچھ کھلونے بکھرے پڑے ہیں...... دیوار پر کچھ تصویریں بنی ہوئی ہیں غالباً چاک سے بنائی گئی ہیں)

کمال احمد: آپ کا گھر بہت خوبصورت ہے

رضی احمد: "شکریہ"

کمال احمد: بچوں نے ان دیواروں پر تصویریں بنا کر انہیں اور دلکش بنایا ہے کیوں کہ بچوں کے بغیر گھر، گھر نہیں ہوتا

رضی احمد: صحیح فرما رہے ہیں آپ (مسکراتے ہوئے)

کمال احمد: اور یہ کھلونے جو فرش پر بکھرے پڑے ہیں ان سے گھر کی رونق اور بڑھ جاتی ہے...... بچے بہت شریر ہوتے ہیں لیکن ان کی شرارت خوبصورت ہوتی ہے...... کیوں؟ ہے نا

رضی احمد: بالکل ......میں ابھی حاضر ہو جاؤں گا...... Please excuse me

(کھڑے ہوتے ہوتے)

کمال احمد: کوئی بات نہیں......شوق سے جائیں......

(اب رضی احمد دروازے سے باہر جاتے ہوئے)

کمال احمد: (اپنے آپ سے بات کرتے ہوئے یا Overlap) رضی احمد بہت بڑے آدمی ہیں اِتنا بڑا گھر ......اتنے بڑے آدمی اور اِتنی سادگی......اتنے حلیم اتنے مِلنسار......میں ان کے نوکر کے برابر ہوں لیکن عزت بہت کرتے ہیں میری...... بڑے بیٹوں کے باپ ہیں......اور بیٹے بھی ایسے جو اپنے والد کا احترام کرتے ہیں، پوتے پوتیاں ہرا بھرا گھر ہے......خدا نظر بد سے بچائے (اتنے میں رضی احمد ٹرے پر چائے لیکر حاضر ہو جاتے ہیں اور کمال احمد کے سامنے ٹیبل پر ٹرے رکھتے ہیں)

(رضی احمد اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے اور چائے پیالی میں انڈھیلتے ہوئے)

رضی احمد: چائے لیجئے......

کمال احمد: (چائے کی پیالی اُٹھاتے ہوئے) رضی صاحب میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا ہے کہ آپ کا گھر اِتنا بڑا ہے اتنے لوگ رہتے ہیں یہاں اور آپ سب سے بزرگ ہیں......"

رضی احمد: تو؟

کمال احمد: آپ نے تکلف کیوں کیا؟......

رضی احمد: کونسا تکلف؟

کمال احمد: آپ نے چائے خود کیوں لائی؟......

رضی احمد: کیوں کہ میں اس گھر میں اکیلا رہتا ہوں......

کمال احمد: کیا؟ (حیرانگی کا اظہار)

رضی احمد: جی ہاں...... میں اس گھر میں اکیلا رہتا ہوں میری کوئی اولاد نہیں ...... میں بے اولاد ہوں چند سال پہلے میری بیوی کا انتقال ہو چکا ہے تب سے بالکل تنہا رہ گیا ہوں...... (کمال الدین احمد پر جیسے سکتہ طاری ہوتا ہے۔ پھر بھی پوچھنے کی ہمت کرتا ہے)

کمال احمد: پھر یہ تصویریں ان دیواروں پر کون بناتا ہے؟

رضی احمد: میں خود بناتا ہوں اس سے مجھے سکون حاصل ہوتا ہے...... میں اپنے ہر غم کو دِل سے دُور رکھتا ہوں ...... کسی کے سامنے اپنا رونا نہیں روتا ہوں ...... میں غم سے لڑنے کا ہُنر جانتا ہوں اور غم کو میں نے ہمیشہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا ہے......غم کی سرحد پر میں نے خوشی کا جھنڈا لہرا دیا ہے......یہی میری جواں مردی اور صحت کا راز ہے

کمال احمد: (کھڑا ہو جاتا ہے، رضی احمد کی طرف پیٹھ کرتا ہے اور کیمرے کی طرف کہتا ہے) رضی احمد کا کوئی بھی سہارہ نہیں پھر بھی یہ شخص زندگی کے بہت قریب ہے زندگی کے آس پاس ہے لیکن میرے سہارے بھی ہیں ڈگمگاتے ہی سہی لیکن سہارے تو ہیں میرے بیٹوں کے ساتھ میرے لاکھ اختلافات ہی سہی پھر بھی اُن کے ساتھ رہتا ہوں پھر میں زندگی سے بھاگ کیوں رہا ہوں...... (اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھرتی ہے اور فلم کی جنبش چہرے کے کلوز اب کے ساتھ ہی بند ہو جاتی ہے)

............END............

سُنہرے خواب

فہرست کردار

نام کردار	عمر	
ا۔ساحل	35-40	(ایک آفس میں کلرک)
۲۔ناصر	35-40	(ساحل کا کو ایگ)
۳۔آصفہ	30-35	(ساحل کی بیوی)
۴۔شہناز	30-35	(ساحل کی محبوبہ)
۵۔روحی	25-30	(ساحل کی کولیگ)

وقت: سہ پہر (دن)

لوکیشن: Locality of city with road and a house

سین (۱)

دو پیر سکرین پر دکھائی دے رہے ہیں یہ پیر ایک سڑک پر چل رہے ہیں کیمرہ اِن کا برابر تعاقب کر رہا ہے۔ پھر یہ پیر ایک مکان کے مین گیٹ پر رک جاتے ہیں۔ دروازہ کھُل جاتا ہے اور پیر اندر چلے جاتے ہیں اور اب اس مکان کے صحن میں یہی پیر چلتے ہیں چلتے چلتے یہ پیر اس مکان کے برآمدے تک پہنچ جاتے ہیں اور مکان کے دروازے پر رک جاتے ہیں۔ دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھُل جاتا ہے مگر اب کی بار کیمرہ دروازہ کے اندر سے اِن پیروں کو فوکس (Focus) کرتا ہے اور پیروں سے کیمرہ Tiltup ہو کر اس آدمی کے چہرے پر فوکس کیا جاتا ہے اور اسی چہرے پر کیمرہ رک جاتا ہے اس طرح ساحل کا چہرہ پہلی بار کیمرہ کی آنکھ میں آجاتا ہے ساحل کے چہرے پر عجیب قسم کی لاچاری اور متانت ہے۔

ساحل اندر (جس نے دروازہ کھولا جو نظر نہیں آرہا ہے یعنی) کسی کی طرف دیکھ رہا ہے جیسے کسی کے جواب کا منتظر ہو۔ اب ایک آواز اُبھرتی ہے۔

آواز: (نسوانی) تم سے کتنی بار کہا ہے یہاں مت آجایا کرو۔

چلو، جاؤ یہاں سے۔ یوں میرا چہرہ کیوں تک رہے ہو

کہانا، چلو اپنا راستہ ناپ لو۔

(ساحل کے چہرے کے تاثرات بدل جاتے ہیں وہ اور غموں کے سیلاب میں ڈوب جاتا ہے اور مایوس ہو کر مین گیٹ کی طرف (مڑ کر) لوٹ جاتا ہے جب ساحل صحن کے بیچ میں پہنچ جاتا ہے تو پیچھے سے یہی آواز سنائی دیتی ہے)۔

آواز: اور ہاں

(ساحل رک جاتا ہے بغیر مُڑے)۔

آواز: آئیندہ یہاں آنے کی ہمت مت کرنا۔ سمجھے۔

(دروازہ بند ہوتا ہے پھر ساحل مین گیٹ تک پہنچ کر دروازے سے باہر چلا جاتا ہے)۔

............☆☆☆............

Cut to Scene no 2

وقت: غروبِ آفتاب

سیٹ: ایک متوسط درجے کا کمرہ

لوکیشن: ساحل کا گھر

سین ۲

(آصفہ اپنے گھر میں صوفے پر بیٹھی ہوئی ہے اسی میں دروازہ کھلتا ہے
اور ساحل اندر آجاتا ہے۔ پریشان۔ کھویا کھویا سا۔)

آصفہ: آگئے

ساحل: ہاں۔

آصفہ: آج پھر دیر سے آگئے؟

ساحل: ہاں

آصفہ: کہاں رہتے ہو اتنی دیر۔

ساحل: (بیٹھے ہوئے) پتہ نہیں؟

آصفہ: دفتر سے سیدھے گھر کیوں نہیں آتے؟

ساحل: وہی تو کوشش کر رہا ہوں

آصفہ: کامیابی نہیں مل رہی

ساحل: شاید نہیں۔

آصفہ: آخر جاتے کہاں ہو۔ کیوں جاتے ہو۔

(ساحل خاموش رہتا اور پریشانی کی حالت میں جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھ لیتا ہے)

آصفہ: دیکھو! اگر تمہیں کوئی پریشانی ہے......"

ساحل: نہیں مجھے کوئی پریشانی نہیں۔ میں بالکل......"

آصفہ: ساحل۔ اگر تمہاری یہی حالت رہی تو میں غم کے سمندر میں ڈوب جاؤں گی۔ میری کشتی کا ساحل تم ہو مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟

ساحل: دیکھو آصفہ اور پریشان نہ کرو۔ میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کے قابل نہیں ہوں۔

آصفہ: ٹھیک ہے میں کچھ نہیں پوچھتی۔ تم change کرلو۔ میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔

............☆☆☆............

(Cut to Scene no 3.)

لوکیشن: ساحل کا آفس

سیٹ: آفس کا کمرہ

وقت: صبح (دن)

سین ۳

(روحی کسی فائل کی ورق گردانی کر رہی ہے اور ساحل اپنے ٹیبل پر بیٹھا کسی گہری سوچ میں ہے۔)

روحی: ساحل

ساحل: ہوں ہوں ہاں

روحی: کیا سوچ رہے ہو

ساحل: کچھ نہیں

روحی: کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟

ساحل: روحی، میں نے تم سے کتنی بار کہا ہے کہ اپنی حد میں رہا کرو۔

روحی: ہم بھی دشمن تو نہیں ہے اپنے
غیر کو تم سے محبت ہی سہی

ساحل: مجھے یہ شعروشاعری بالکل پسند نہیں

روحی: ہمیں تو ہے

ساحل: پھر گھر میں کسی کو سُناتی پھرنا۔ یہ آفس ہے

روحی: ساحل صاحب! شاعری چیز ہی ایسی ہے۔ اس کو گھر میں نہیں رکھا جاسکتا۔ یہ خوشبو ہے یہ محبت ہے جتنی چھپاؤ اُتنی ہی پھیلتی ہے اور لوگوں کے دماغ ترو تازہ کردیتی ہے۔

ساحل: روحی! خدا کے لئے مجھ پہ رحم کھاؤ۔ میں بہت پریشان ہوں اور یوں بھی یہ بے ہودہ باتیں مجھے پسند نہیں۔ میں ایک شادی شدہ انسان ہوں۔

(اِسی اثنا میں دروازے پر ناصر نمودار ہوجاتا ہے)

ناصر: اسلام علیکم۔

ساحل: وعلیکم السلام۔

(ناصر اپنی نشست پر بیٹھ جاتا ہے)

ناصر: کیوں بھئی یہ خاموشی کیوں چھائی ہوئی ہے۔

روحی: اپنے دوست ساحل سے پوچھ لو۔ بے چارے بہت پریشان ہیں۔

ناصر: کیوں ساحل کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟

ساحل: سب کچھ تو ہے لیکن خیریت نہیں۔

روحی: (کھڑی ہوجاتی ہے) ناصر! میں کینٹین جارہی ہوں چائے پینے۔ ہوسکے تو اپنے دوست کے زخموں پر مرہم رکھ دینا۔ بے چارہ لہولہان ہے۔

(یہ کہہ کر روحی باہر چلی جاتی ہے)

ناصر: ساحل کیا بات ہے۔ دل کا بوجھ کہنے سے ہلکا ہوتا ہے۔ کہو۔ کون سا بوجھ ہے تمہارے دل پر۔

ساحل: ناصر۔ میری بیوی مجھ پر شک کرتی ہے؟

ناصر: کس بات پر؟

ساحل: کیوں کہ میں گھر لیٹ جانے لگا ہوں

ناصر: یہ ہوئی نا بات۔ مرد ہمیشہ گھر لیٹ ہی جاتا ہے اور بیویوں کا کام ہے شک کرنا۔ وہ مرد ہی کیا جو اپنی بیوی کے شک کے دائرے میں نہ آئے۔ اچھا یہ تم نے بتایا نہیں کہ تم دفتر سے نکل کر کہاں جاتے ہو جس کی وجہ سے تم گھر دیر سے پہنچ جاتے ہو۔

ساحل: پتہ نہیں۔میرے پیر نہ جانے مجھے کہاں لے جاتے ہیں۔
کیوں لے جاتے ہیں؟

ناصر: کیا بکتے ہوتم۔بالکل پاگل ہو گئے ہو۔

ساحل: ہاں میں پاگل ہو گیا ہوں۔

ناصر: آج میرے ساتھ چلو۔میں دکھاؤں گا میں کہاں جاتا ہوں کتنی لڑکیوں سے میری دوستی ہے۔دیر تک ہم رنگین محفلوں میں بیٹھتے ہیں۔تم نہ جانے کہاں جاتے ہو۔

ساحل: نہیں۔نہیں۔میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔نہیں جا سکتا میں ایک شادی شدہ آدمی ہوں۔

ناصر: میں بھی تو شادی شدہ ہوں؟

ساحل: تمہاری بات اور ہے۔

ناصر: پھر تم بیوی سے کیوں ڈرتے ہو۔کہاں جاتے ہو۔کیوں جاتے ہو۔ضرور تم نے کوئی گل کھلایا ہے۔

ساحل: ہاں! میں نے گُل، کھلایا ہے۔تم سے مطلب؟ (غصے سے)

ناصر: ہاہاہا......گُل اور تم کھلاؤ گے۔کبھی نہیں۔
روحی تو تم پر جاں نثار کرتی ہے۔لیکن تم ہو کہ...... خیر! تم سے کیا شکوہ تم ٹھہرے اناڑی۔

Cut to scene 4

لوکیشن: راستہ اور مکان کا باہری منظر (Locality of City)

وقت: سہ پہر (دن)

سین (۴)

ساحل پھر اُن ہی راستوں سے چلتا ہوا دکھائی دے رہا ہے جن کو سین نمبر ا میں دکھایا جا چکا ہے۔ پھر وہ مکان کے گیٹ پر پہنچ جاتا ہے یہاں پر رُک جاتا ہے تھوڑی دیر کے لئے سوچتا ہے پھر اچانک دروازہ کھولتا ہے۔ اب کیمرہ مکان کے صحن میں جہاں پر ساحل چلتا ہوا دکھائی دے رہا ہے اور برآمدے تک پہنچ جاتا ہے یہاں اُس کے قدم ٹھہر جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ دروازہ کھل جاتا ہے۔ اب کیمرہ ساحل کے چہرے کو دروازے کے اندر سے عکس بند کر رہا ہے۔ ساحل کے چہرے پر عجیب قسم کی مایوسی لاچاری اور متانت ہے۔ اب وہ کسی جواب کا منتظر ہے۔

آواز: (نسوانی) آ گئے۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ کیوں میرے پیچھے پڑے ہو۔ خدا کے لئے چلے جاؤ۔ چلے جاؤ۔ چلے جاؤ......

Cut to Scene No. 5

............☆☆☆............

وقت: غروبِ آفتاب

لوکیشن: ساحل کا گھر

سیٹ: ایک کمرہ متوسط درجے کا

سین (۵)

(آصفہ صوفے پر بیٹھی کسی کتاب کا مطالعہ کر رہی ہے اسی میں دروازہ کھلتا ہے اور ساحل اندر آتا ہے)۔

آصفہ: آ گئے؟

ساحل: ہاں۔ آ گیا

(اب ساحل صوفے پر بیٹھ جاتا ہے)

آصفہ: گرمی بہت ہے!

ساحل: یہ کیا؟ آج تم نے وہ سوال نہیں پوچھا جو تمہیں پوچھنا چاہیے۔

آصفہ: میں تمہیں اور دکھی نہیں کرنا چاہتی۔

ساحل: تم نے میری دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا

آصفہ: کس طرح!

ساحل: جب تم میرے لیٹ آنے پر اپنا سوال پوچھتی ہو تو کچھ حد تک میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔

Cut to scene 6

............☆☆☆............

لوکیشن: شاہد کا آفس
سیٹ: آفس کا کمرہ
وقت: صبح

سین (۶)

(ساحل اور ناصر دونوں اپنی مخصوص کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ناصر کسی فائل کی ورق گردانی کر رہا ہے۔ ساحل کے آگے کوئی فائل اور ہاتھ میں قلم۔ مگر خود ساحل کھویا ہوا سا۔)

ناصر: ساحل روحی کیوں نہیں آئی اب تک؟

ساحل: آج نہیں آئے گی۔

ناصر: ٹھیک ہے! کم از کم آج دو چار فائلیں دیکھ پاؤں گا یار! روحی تم میں بہت دلچسپی لے رہی ہے

ساحل: لیکن مجھے ان چیزوں میں دلچسپی نہیں۔

ناصر: پھر کہاں ہے تمہاری دلچسپی؟ کہاں جاتے ہو آفس کے بعد؟ کیوں تمہاری بیوی تم سے ناراض ہے؟

ساحل: ناصر! میں ایک ایسے گرداب میں پھنس رہا ہوں جس میں نہ دلچسپی کی گنجائش ہے نہ مرضی کی۔ ایک انجانی قوت مجھے اس طرف کھینچتی جا رہی ہے۔

ناصر: ساحل مجھے صاف صاف بتاؤ۔ کیا ماجرا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میں تمہاری مدد کر سکوں۔

ساحل: دراصل میں ایک عورت کے یہاں جاتا ہوں

ناصر: ہاہاہا۔ عورت اور تم دیکھو ساحل صاف......

ساحل: میری بات کو ہنسی میں مت ٹالو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں

ناصر: O! I see

ساحل: میں اُسے بہت چاہتا ہوں

ناصر: اور وہ؟

ساحل: پتہ نہیں۔ لیکن کبھی اُس نے مجھے ٹوٹ کر چاہا ہے۔

ناصر: لگتا ہے کہ پرانے زخموں کے منہ پھر سے کھل گئے ہیں اور ان زخموں سے جو لہو رِس رہا ہے اُس سے ایک نئی پریم کہانی تحریر ہو رہی ہے

ساحل: مجھے اسی کا ڈر ہے

ناصر: یار۔ مجھے اپنی پریم کہانی نہیں سناؤ گے۔

ساحل: ہاں ضرور سناؤں گا۔ شہناز اور میں ایک دوسرے پر جان نثار کرتے تھے۔ (آہستہ آہستہ ساحل کی آنکھوں کو کیمرہ کلوز کرتا ہوا)

Cut to (Scene no. 7) Flash - Back



وقت: دوپہر

لوکیشن: سِٹی پارک

سیٹ: کوئی باغیچہ یا پارک

(Flash Back Starts)

سین (۷)

(ساحل اور شہناز بیٹھے ہوئے ہیں)

ساحل: شہناز میں تمہاری آنکھوں میں اپنی ساری کائینات دیکھ رہا ہوں۔ ازدواجی زندگی۔ بچے۔ دُکھ۔ سُکھ اور نہ جانے کیا کیا؟

شہناز: تم ہمیشہ خواب ہی دیکھتے رہو گے اور ایک دن فقط خواب ہی تمہارے ہاتھ آئیں گے۔ حقیقت کوئی اور لے جائے گا۔

ساحل: میری حقیقت تم ہو فقط تم

شہناز: اور خواب

ساحل: خواب بھی تم ہی ہو مجھے یقین ہے میرا خواب ایک دن حقیقت کا روپ اختیار کرے گا اور پھر میرے سُنہرے خواب پورے ہو جائیں گے۔

شہناز: لیکن ہمارے خواب حقیقت کی چٹان سے ٹکرانے جا رہے ہیں تب پتہ چلے گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔

ساحل: شہناز صاف صاف کہو بات کیا ہے

شہناز: میری Engagement ہو رہی ہے اور میرے والدین تم سے میری شادی ہونے نہیں دیں گے۔

ساحل: نہیں ایسا نہیں ہو سکتا؟

شہناز: ایسا ہوا ہے ساحل اور ایسا ہونے جا رہا ہے

ساحل: لیکن میں یہ سب ہونے نہیں دوں گا

شہناز: مجھے تم سے یہی اُمید ہے۔

ساحل: ہمیں ہر قدم احتیاط سے اُٹھانا ہوگا۔ ایک دن میں تمہارے والدین کو منالوں گا۔ میں نے بہت سی عرضیاں دی ہیں نوکری کے لئے اور مجھے......

شہناز: ساحل تم دماغ سے سوچ رہے ہو۔ جبکہ محبت دل سے کی جاتی ہے محبت کے تمام فیصلے دل سے کئے جاتے ہیں اور محبت سے منسوب ہر بات دل سے سوچی جاتی ہے۔

ساحل: میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا

شہناز: کہتے ہیں نا جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے۔

ساحل: مطلب!

شہناز: ہمیں گھر سے بھاگ کر شادی کرنی ہوگی۔

ساحل: نہیں......نہیں۔ میں ایسا قدم کسی بھی حالت میں نہیں اُٹھا سکتا۔ ہمارے والدین کی عزت......

شہناز: عشق نے غالبؔ نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے
عشق لوگوں کو نکما کرتا ہے اور تم کیسے عاشق ہو۔ تمہیں عزت۔ نام۔ شہرت اور دنیا کی پڑی ہے۔ جاؤ ساحل جاؤ۔ گھر جاؤ۔

ساحل: شہناز۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔

شہناز: میں تمہیں خوب سمجھتی ہوں۔ میں جانتی تھی کہ تم میں اتنی ہمت نہیں کہ تم دنیا کے سامنے میرا ہاتھ پکڑ سکو۔ میں آج اس لئے آئی ہوں کہ تمہارے چہرے سے یہ نقاب اُٹھے۔ تا کہ تم مجھے دوش نہ دے سکو کہ میں بے وفا ہوں۔ بے وفا اور کم ہمت تم نکلے۔ ایک بار پھر کہتی ہوں۔ اگر میرے ساتھ شادی کرنی ہے تو چلو کورٹ میں۔

ساحل: چند دن انتظار نہیں کر سکتی؟

شہناز: مجھے الجھاؤ مت۔ مجھے ہاں یا نہیں میں جواب چاہئے۔ ابھی اور اسی وقت ہاں۔ یا نہیں۔ تم کورٹ میرج (Marriage) کے لئے تیار ہو۔ ہاں یا نہیں؟

ساحل: نہیں۔ دیکھو شہناز......

شہناز: اچھا ساحل۔ خدا حافظ۔ میں جا رہی ہوں اپنے والدین کی پسند کے لڑکے کے ساتھ شادی کروں گی۔ (پھر شہناز کھڑی ہو جاتی ہے) اور ہاں۔ ہمت اور حوصلے کے بغیر کوئی چیز نہیں ملتی۔ یہ دونوں تمہارے پاس نہیں۔ خدا حافظ۔ (یہ کہہ کر وہ دور تک جاتی ہوئی نظر آ رہی ہے)

Cut to Scene no 6 again

Flash Back Ends

............☆☆☆............

Scene No. 6 resumes again

With the two characters sahil and Nasir. Scene starts from the tight close up of the eyes of sahil; from here the camera pulls back and the room comes into the eyes of camera.

ساحل: اس طرح وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ اُس کی شادی ہوگئی۔ بعد میں میری بھی شادی ہوگئی۔ میں اُسے پوری طرح سے بھول جانے کی کوشش کر رہا تھا اور میرا تبادلہ اس شہر میں ہوا۔ میں یہاں امن اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا کیوں کہ اس شہر میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جو مجھے اُس کی یاد دلاتی۔ میں اُسے پوری طرح سے بھول چکا تھا کہ اِس شہر میں اچانک ایک shopping complex میں، میں نے اُسے دیکھا۔ اُس نے مجھ سے فقط اتنا کہا کہ میں تمہیں پوری طرح سے بھول چکی ہوں اور میرے خاوند کا تبادلہ اس شہر میں ہوا ہے اور وہ اپنے گھر کی طرف چل پڑی اور میں نے اس کا پیچھا کیا اُس کا گھر دیکھ لیا۔ اب جبکہ میں آفس سے نکلتا ہوں تو میرے قدم خود بخود اُس کے گھر کی دہلیز تک مجھے لے جاتے ہیں۔ میرا یقین کرلو میرا اس میں کوئی ہاتھ نہیں۔

ناصر: O! I See......تو اس میں پریشان ہونے کی کون سی بات ہے۔ مرد کی زندگی میں ایسے خوبصورت طوفان آتے رہتے ہیں، تم اُسے کسی بھی طریقے سے راضی کرلو تا کہ وہ تمہارے ساتھ کسی پارک یا رستوران میں آجائے۔ بعد میں......

ساحل: نہیں ناصر۔ مجھے کوئی ایسا راستہ بتاؤ تا کہ میں اُسے بھول......

ناصر: ساحل۔ کیوں اپنے ساتھ ظلم کر رہے ہو۔ یار اُس سے میل جول بڑھاؤ تا کہ تمہارے تپتے ہوئے دل پر اُس کے پیار کی برسات ہو جائے۔

ساحل: نہیں ناصر۔ میں نہیں چاہتا کہ اُس کی ازدواجی زندگی تباہ ہو جائے اور میں اپنی بیوی سے بہت پیار کرتا ہوں۔

ناصر: تم ہمیشہ دوسروں کی آگ بجھاتے رہے ہو لیکن جو آگ تمہارے دل میں لگی ہے اُس کو نہیں بجھاؤ گے۔ کسی کا گھر جلے یا دل۔ مت سوچو۔ بجھاؤ اپنے دل کی آگ اور بلاؤ اُسے کسی پارک یا رستوران میں اور باقی مجھ پر چھوڑو۔

ساحل: تم کیا کرو گے۔ کیا کر سکتے ہو تم؟

ناصر: جب تم اُسے کسی جگہ بلاؤ گے تو میں اُسے ایسی پٹی پڑھاؤں گا کہ وہ دن رات سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے تمہارے نام کی مالا جپتی رہے گی۔

ساحل: ہاں مجھے پورا یقین ہے کہ صرف تم اُسے میرے دل پر لکھا ہوا لفظ ''محبت'' جواب ناسور بن چکا ہے دکھا سکتے ہو۔
میں اُسے کسی بھی صورت میں کسی پارک یا رستوران میں آنے کے لئے مجبور کروں گا۔
تا کہ میرے سُنہرے خواب پورے ہو جائیں۔

Cut to Scene No.8

............☆☆☆............

وقت: صبح (دن)

لوکیشن: ساحل کا مکان

سیٹ: ایک کمرہ متوسط درجے کا

سین (۸)

(آصفہ اور ساحل ایک دوسرے کے روبرو۔ ساحل اخبار کا مطالعہ کر رہا ہے۔ آج پہلی بار وہ بہت خوش ہے)۔

ساحل: (گنگناتے ہوئے): نفرت کرنے والوں کے سینے میں پیار بھر دوں میں وہ پروانہ ہوں......

آصفہ: آج کافی خوش نظر آرہے ہو؟

ساحل: شاید!

آصفہ: اب مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔ میں بس تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں اب چاہے تم کتنا بھی لیٹ آجاؤ میرے ہونٹوں پر کبھی شکوہ نہ ہوگا۔

ساحل: میں دفتر لیٹ ہو رہا ہوں۔

آصفہ: دو منٹ ٹھہرو میں کھانا پروستی ہوں۔

(اس کے ساتھ آصفہ اُٹھ کھڑی ہو جاتی ہے اور دروازے کی طرف جاتی ہوئی۔)

ساحل: نفرت کرنے والوں کے سینے میں......(گنگناتے ہوئے)

Cut To scene no.9

............☆☆☆............

وقت: صبح

سیٹ: آفس

لوکیشن: آفس

سین (۹)

(ساحل کسی فائل کا مطالعہ کر رہا ہے اور وہ بہت خوش ہے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ۔ چہرہ کھلا کھلا سا اِسی میں ناصر Enter کرتا ہے)

ناصر: اسلام علیکم

ساحل: وعلیکم اسلام (مسکراتے ہوئے)

ناصر: (اپنی نشست پر بیٹھے ہوئے) آج خوش نظر آرہے ہو کیا ماجرہ ہے بھئی۔

ساحل: ہاں یار۔ سچ مچ میں آج بہت خوش ہوں۔ تمہاری ترکیب کامیاب ہوئی ہے۔

ناصر: کون سی؟

ساحل: میں نے اُسے آمادہ کرلیا۔

ناصر: کیسے؟

ساحل: جس کی وجہ سے میں غموں کے سمندر میں ڈوب چکا تھا۔

ناصر: Very good...... یہ ہوئی نا بات (اُچھلتے ہوئے)

ساحل: کل وہ avenue پارک میں شام ۵ بجے آرہی ہے۔

ناصر: دیکھا پورے مرد بن گئے ہو میری صحبت میں رہ کر اوپر سے بڑے شاطر بھی۔ اب میں تمہیں دکھاؤں گا کس طرح اُسے شیشے میں اُتار لوں گا۔ تمہاری محبت میں اپنی جان تک دینے کے لئے تیار ہو جائے گی۔

ساحل: تم ساڑھے چار بجے نئی سڑک پر میرا انتظار کرنا پھر دونوں avenue، پارک ساتھ چلیں گے۔

ناصر: ارے نہیں پاگل! پہلے تم اُسے avenue پارک میں اکیلے ملو گے۔ اُسے بٹھاؤ گے باتیں کرو گے کچھ دیر کے بعد میں ٹپک پڑوں گا جیسے میں بھی یوں ہی ٹہلنے کے لئے پارک آیا ہوں۔ تاکہ اُسے کوئی بھی شُبہ نہ ہو کہ ہم دونوں کسی پلان کے تحت......

ساحل: مان گیا تم کو۔ تمہارا دماغ نہیں بلکہ سازشوں کا کارخانہ ہے

ناصر: وہی شخص دُنیا میں کامیاب ہوتا ہے جو زیادہ سازشوں سے کام لیتا ہے تو کل ٹھیک سوا ۵ بجے تم سے ملاقات ہوگی avenue پارک میں پھر میں تمہاری محبوبہ پر اپنے مَنتر آزمانا شروع کردوں گا تاکہ تمہیں جس آسیب نے گھیرا ہے وہ دُور ہو جائے۔

Cut to scene No. 10



لوکیشن:City

سیٹ:پبلک پارک

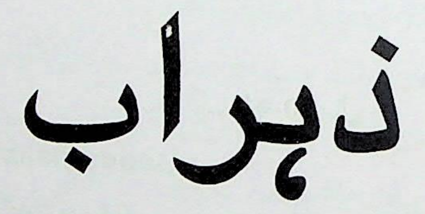
وقت:غروب آفتاب

سین (۱۰)

ساحل اور شہناز پبلک پارک میں ٹہل رہے ہیں۔ ٹہلتے ٹہلتے دُور تک جاتے ہوئے۔ پھر ایک جگہ دونوں بیٹھ جاتے ہیں، آپس میں باتیں کرتے ہیں مگران کی باتیں سُنائی نہیں دیتی ہے پھر دُور سے ناصر اِن کی طرف آتا ہوا۔ جوں ہی ناصر کی نظر اِن دونوں پر پڑتی ہے وہ ہکا بکا ہو جاتا ہے جیسے اُس پر بجلی گری ہو اُس کے پیر رُک جاتے ہیں وہ تھر تھر کانپنے لگتا ہے اور وہی کھڑا رہ جاتا ہے ایک درخت کی آڑ میں۔

ناصر: (Overlap) نہیں۔نہیں۔ یہ میری شہناز نہیں ہو سکتی۔ یہ میری بیوی نہیں ہو سکتی۔نہیں ہو سکتی۔لیکن لیکن ساحل کے بغل میں وہی تو بیٹھی ہوئی ہے شہناز میرے وشواش کا خون نہیں کر سکتی۔لیکن میرے وشواش کا خون دور تک بکھرا ہوا ہے۔اے میرے خُدا یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں...... (اِس کے ساتھ ہی ناصر ڈگمگاتے ہوئے قدموں کا سہارہ لیتے ہوئے واپس پلٹتا ہے کیمرہ اُس کا دور تک follow کرتا ہے جب تک وہ پارک سے باہر جاتا ہے اور کیمرہ ڈوبتے ہوئے سورج پر Charge ہو جاتا ہے۔)

............END............


زہراب

فہرستِ کردار

ا۔ شہنواز	(ایک Industrialist)	30-40سال
۲۔ نُصرت	(شہنواز کی بیوی)	30سال
۳۔ عاصم	(فیکٹری کا ایک ملازم)	30-40سال
۴۔ انسپکٹر	(پولیس انسپکٹر)	30-45سال
۵۔ حوالدار ۱	(پولیس اہلکار)	30سال
٦۔ حوالدار ۲	(پولیس اہلکار)	30سال
۷۔ فوٹوگرافر	(پولیس فوٹوگرافر)	30سال

لوکیشن: پولیس سٹیشن

سیٹ: آفس کا ایک کمرہ

وقت: دوپہر (دن)

سین (۱)

(پولیس انسپکٹر اپنے مخصوص ٹیبل پر بیٹھا ہوا کوئی فائل دیکھ رہا ہے حوالدار۲ انسپکٹر کے پیچھے ادب سے کھڑا ہے تھوڑی ہی دیر کے بعد فون بج اُٹھتا ہے)

پولیس انسپکٹر: (فون اُٹھاتے ہوئے) ہلو...... ہاں...... پولیس سٹیشن سے بول رہا ہوں انسپکٹر ارمان...... کیا؟ لاش...... کس کی؟ آپ کے ایک ملازم...... ملازم کی لاش...... آپ کون صاحب بول رہے ہیں...... شیخ شہنواز کہیں آپ مشہور Industrialist شیخ شہنواز تو نہیں...... اچھا! اچھا! آپ ہی ہیں...... دیکھئے شیخ صاحب کسی چیز کو ہاتھ مت لگائیں...... گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں...... میں آرہا ہوں...... آپ ابھی تک وہیں Green Avenue نام کے بنگلے پہ ہی رہ رہے ہیں نا...... میں پہنچ رہا ہوں...... o.k (انسپکٹر فون رکھتا ہے)

پولیس انسپکٹر: (بیل بجاتے ہوئے...... تھوڑی ہی دیر کے بعد حوالدار اندر آتا ہے) حوالدار؟

حوالدار۱: (اپنے آپ کو پیشہ ورانہ جُنبش اور سلیوٹ دیتے ہوئے) جی صاحب!

پولیس انسپکٹر: ڈرائیور سے کہہ دو گاڑی نکالے...... کسی کی لاش شیخ شہنواز کے بنگلے پر پڑی ہوئی ہے...... ہمیں جائے واردات پر پہنچنا ہے

حوالدار۱: (سلیوٹ کرتے ہوئے) جی صاحب!

Cut of scene no 2

لوکیشن: شہنواز کا بنگلہ

سیٹ: ایک معمولی کمرہ

وقت: دوپہر (دن)

سین (۲)

(شہنواز اور اُس کی بیوی (گھبرائی ہوئی سی) سیٹ پر پہلے ہی سے موجود ہیں...... عاصم کی لاش معمولی قسم کے بیڈ پر پڑی ہوئی ہے...... کمرے میں شراب کی چند بوتلیں بکھری پڑی ہیں...... بیڈ کے بالکل نزدیک شراب کی آدھی بوتل موجود ہے جس سے ظاہر ہے کہ عاصم نے پی رکھی تھی اور نشے کی حالت میں ہی اس کی موت واقع ہوئی ہے۔ اسی اثنا میں پولیس انسپکٹر دو حوالداروں اور ایک فوٹوگرافر کے ساتھ سیٹ پر پہنچ جاتا ہے)

شہنواز: (انسپکٹر کا استقبال کرتے ہوئے) آیئے...... آیئے...... انسپکٹر صاحب...... یہ رہی لاش

انسپکٹر: o! my God...... (لاش کا معائینہ کرتے ہوئے) لگتا ہے کہ اس نے کچھ زیادہ ہی پی رکھی تھی......

شہنواز: شاید

انسپکٹر: شیخ صاحب...... آپ آرام سے اُدھر بیٹھ سکتے ہیں کُرسی پر...... ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔

شہنواز: او، sure...... (شہنواز اپنی بیوی کے ساتھ کرسی پر بیٹھتا ہے)

انسپکٹر: حوالدار

حوالدار۱: yes sir

انسپکٹر: تمہیں کیا لگتا ہے اس کی موت، کس طرح واقع ہوئی ہے؟

حوالدار۱: سر میرا بھی خیال ہے کہ اس کی موت Alcohol کی زیادہ مقدار استعمال کرنے سے ہوئی ہے

انسپکٹر: رمیش

فوٹوگرافر: (گلے میں کیمرہ لٹک رہا ہے) yes sir

انسپکٹر: (حوالدار۲ کی طرف) حوالدار

حوالدار۲ yes sir

انسپکٹر: تمہیں کیا لگتا ہے اس شخص کی موت، کس طرح......"

حوالدار۲: اِس کمرے کی ہر ایک چیز خاص کر یہ شراب کی آدھی بوتل بتا رہی ہے کہ شراب نے اس شخص کو پی رکھا تھا......لیکن میرا تجربہ بتا رہا ہے کہ......"

انسپکٹر: فی الحال تم اپنا تجربہ اپنے تک ہی محدود رکھو......اب تم دونوں بھی اپنا کام کر سکتے ہو......

حوالدار۱
حوالدار۲ } yes sir

(دونوں حولدار اپنا کام کرتے ہیں کمرے کا کونہ کونہ چھان مارتے ہیں کہیں سے کوئی مشکوک چیز ملتی ہے تو رومال میں لپیٹ کر جمع کرتے ہیں......شراب کی بوتل کو بھی اسی طرح رومال میں لپیٹ کر بیگ میں رکھا جاتا ہے......)

انسپکٹر: (شیخ شہنواز اور اُس کی بیوی نُصرت کے قریب جاتا ہے) ہاں تو شیخ صاحب اس شخص کا نام کیا تھا؟ (لاش کی طرف اشارہ)

شہنواز: عاصم

انسپکٹر: عاصم......"ہوں"......آپ کے یہاں کب سے ملازم تھا؟

شہنواز: یہی کوئی پانچ چھ ماہ سے

انسپکٹر: پانچ یا چھ......" (پیشہ ورانہ لہجے میں)

شہنواز: What do you mean......انسپکٹر

انسپکٹر: I am sorry Mr. Sheikh Shahnawaz......میرا لہجہ تھوڑا سا سخت ہو جاتا ہے......کبھی کبھی......میرا پیشہ ہی کچھ ایسا ہے......لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ......" خیر آپ یہ بتائیں کہ کیا عاصم آپ کا گھریلو ملازم تھا؟

I mean domestic servant

شہنواز: جی نہیں......عاصم میری ایک فیکٹری میں کام کرتا تھا

انسپکٹر: اور آپ کے بنگلے کے servant quarter میں رہتا تھا......یہ بات میری سمجھ میں......"

شہنواز: دراصل عاصم کو میری اہلیہ جانتی تھی اُس کے میکے میں اُس کی ہمسائیگی میں رہتا تھا

انسپکٹر: I see......

شہنواز: انسپکٹر صاحب! نہ جانے مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ زیادہ ہی سوالات کرتے ہیں؟

انسپکٹر: نہیں شیخ صاحب! ایسی کوئی بات نہیں ہے......دراصل ہمیں طرح طرح کے سوالات پوچھنے ہی پڑتے ہیں کیوں کہ ہر کیس کی ایک فائل بنانی پڑتی ہے۔ اگر ہم سوالات نہ کریں تو فائل بن نہیں پائے گی۔ آپ بے فکر رہیں ہمیں پتہ ہے کہ عاصم کی accidental death ہوئی ہے۔

شیخ شہنواز: (راحت کی سانس لیتے ہوئے) Thank you inspector

انسپکٹر: شیخ شہنواز صاحب! اس سے پہلے عاصم کیا کرتا تھا؟

شہنواز: میں نہیں جانتا......اگر یہ سوال آپ میری اہلیہ سے کریں تو بہتر ہوگا

انسپکٹر: گستاخی معاف محترمہ......کیا میں اپنا سوال پھر سے دہراؤں......

نصرت: (سخت لہجے) ضرورت نہیں ہے......شاید بے کار تھا......

انسپکٹر: آپ کس طرح کہہ سکتی ہیں؟

نصرت: کیوں کہ جب وہ ہمارے بنگلے پر پہلی بار کام مانگنے کی خاطر آ گیا تو میں نے اُسے پہچان لیا اور اُسے کام دلوا دیا رہنے کے لئے servant quarter دے دیا......اور اُس وقت وہ بے کار ہی تھا کیونکہ ایک بے کار ہی کام کی تلاش میں گھر سے نکل سکتا ہے

انسپکٹر: شکریہ......محترمہ......شکریہ......دل کی آپ کافی نرم ہیں......ورنہ آج کل کے زمانے میں کون کس کے کام آتا ہے آپ نے عاصم کو کام دیا رہنے کے لئے quarter دیا......بہت مہربانیاں کی ہیں اُس پر......آپ کو اس کا اجر ضرور ملے گا......Thank you both of you......

Cut of scene no 3

لوکیشن: شہنواز کا مکان

سیٹ: مکان کا لان

وقت: صبح

سین (۳)

(شہنواز اور نصرت ایک دوسرے کے روبرو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے)

نصرت: (اپنے آنسو رومال سے صاف کرتے ہوئے) کتنا بھلا آدمی تھا بے چارہ عاصم' بھری جوانی میں......"

شہنواز: نصرت! کیا ہوا ہے تمہیں ...... مجھے بھی اُس کی موت کا افسوس ہے لیکن اس طرح ہمت ہارنے سے کیا ہوگا؟

نصرت: شہنواز! وہ کم بخت تو مر گیا لیکن بیوی بچوں کو جیتے جی مار گیا۔ کیا ہوگا اُس کے......"

شہنواز: نصرت فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اُس کے بیوی بچوں کا پیٹ پالنا اب فیکٹری منیجمنٹ کا کام ہے

نصرت: عاصم کتنا تندرست لگتا تھا لیکن......"

شہنواز: اُس نے اپنی جان خود لی ہے حد سے زیادہ شراب پی کر۔ بیچ میں تندرستی کہاں سے آگئی؟

نصرت: ہاں یہ بات تو سچ ہے۔ شاید شراب کی وجہ سے ہی......"

شہنواز: شاید......شاید نہیں......یقیناً اُس کی جان شراب کی وجہ سے ہی ضائع ہوگئی...... چند دنوں کے بعد postmortem رپورٹ بھی آجائے گی اور حقیقت بھی سامنے آجائے گی......

نصرت: ایک طرف مجھے اُس کی موت کا دکھ ہے لیکن دوسری طرف مجھے اُس پر غصہ بھی آ رہا ہے۔

شہنواز: غُصہ؟ غُصہ کیوں؟

نصرت: کیوں کہ کم بخت نے ہمیں بھی پریشان کر دیا......کاش مجھے پتہ ہوتا کہ وہ شرابی تھا میں اُسے کبھی اپنے گھر میں جگہ نہ دیتی۔ مجھے یاد ہے پہلی بار جب وہ ہمارے بنگلے پر آ گیا......اُس کے چہرے سے معصومیت ٹپک رہی تھی......

(آہستہ آہستہ نصرت کے چہرے کو کیمرہ کلوز کرتا ہوا اور کیمرہ اُس کی آنکھوں کا کلوزپ بناتا ہوا)

Cut to flash Back

Flash Back starts

سین (۴)

وقت: دوپہر (دن)

لوکیشن: شہنواز کا بنگلہ

سیٹ: خوبصورت ڈرائنگ روم

(عاصم، نصرت کے سامنے)

نصرت: عاصم......عاصم یہ تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟

عاصم: (عاصم کی داڑھی کئی دنوں کی اُگی ہوئی) نصرت......میں بہت پریشان ہوں دراصل ......دراصل......"

نصرت: عاصم بتاؤ کیا بات ہے مجھ سے کیا پردہ......تم میرے میکے میں میرے پڑوس میں رہتے تھے بچپن ایک ساتھ گزرا ہے اور......"

عاصم: دراصل میں اس شہر میں کام کی تلاش میں آیا ہوں

نصرت: لیکن تمہیں میرا پتہ......"

عاصم: ڈھونڈنے سے خدا بھی ملتا ہے......مجھے آپ کے شوہر کا نام معلوم تھا اور اس شہر میں شیخ شہنواز کو کون نہیں جانتا......

نصرت: فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں......اُنہیں آنے دو میں تمہیں نوکری دلوا دوں گی ہماری کئی فیکٹریاں ہیں ایک نہ ایک میں تمہارے لئے کوئی نہ کوئی جگہ نکل آئے گی۔

عاصم: مجھے آپ سے یہی اُمید تھی......

نصرت: رہتے کہاں ہو؟

عاصم: شہر نیا ہے راستے انجان......دو چار دنوں میں اجنبیت ختم ہو جائے گی اور کہیں نہ کہیں سر چھپانے کے لئے جگہ مل ہی جائے گی۔

نصرت: یوں سمجھو کہ اجنبیت کی برف پگھل گئی اور اپنے پن کا سورج رشتوں کے آسمان پر طلوع ہو گیا۔

عاصم: میں کچھ سمجھا نہیں؟

نصرت: یوں سمجھ لو کہ تمہیں سر چھپانے کے لئے جگہ مل گئی

عاصم: شکریہ......لیکن کہاں پر؟

نصرت: اسی گھر میں

عاصم: میں کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں

نصرت: شکریہ کا لفظ ہونٹوں پر لانے کے بغیر

Cut of scene no 5

لوکیشن: شہنواز کا بنگلہ

سیٹ: بنگلے کا لان

وقت: صبح

سین (۵)

(نصرت کُرسی پر بیٹھی ہے وہ اخبار کا مطالعہ کر رہی ہے۔ دور سے عاصم نصرت کی طرف آ رہا ہے)

عاصم: (نزدیک پہنچ کر) اسلام علیکم

نصرت: او، تم ...... وعلیکم اسلام

عاصم: شاید آپ کو کسی اور کا انتظار تھا؟

نصرت: نہیں ایسی کوئی بات نہیں ...... میں تمہارے بارے میں ہی سوچ رہی تھی بیٹھ جاؤ

عاصم: (عاصم خالی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے) میں بھی کوئی سوچنے کی چیز ہوں؟

نصرت: کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو یادوں کے صندوق کو مہکاتی ہیں

عاصم: نہیں میڈم! خوشبو ہواؤں میں تحلیل ہو جاتی ہے ...... ویسے بھی آپ کی یادوں کے صندوق میں آپ کے شوہر کی مہکتی شامیں اور رنگین ساعتیں ہیں خُدا کرے کہ اسی طرح ......"

نصرت: عاصم! اب چھوڑ دو اِن باتوں کو ...... تم فیکٹری سے آ رہے ہو ......؟

عاصم: جی

نصرت: صاحب کب تک لوٹیں گے؟

عاصم: پتہ نہیں میڈم! میں ٹھہرا ایک معمولی ملازم۔ صاحب تھوڑی مجھ سے کہیں گے کہ ......"

نصرت: اچھا یہ بتاؤ...... تمہیں ہماری فیکٹری کیسی لگی؟

عاصم: ہاہاہا...... پیاسے سے آپ پوچھ رہی ہیں کہ سمندر کیسا لگا؟

نصرت: ہاہاہا......شاعر ہو گئے ہو

عاصم: شاعر نہیں میڈم۔ جذبوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ایک شناور......

نصرت: لفظوں سے تم پہلے بھی آنکھ مچولی کھیلا کرتے تھے لیکن اب کے لفظ تمہارے غلام ہو رہے ہیں......

عاصم: تب کی بات اور تھی......تب لفظ منتشر بھی تھے اور مرہم بھی......

نصرت: آج بھی تمہارے لفظ پرانے زخموں پر وار کر رہے ہیں......

عاصم: o.k۔ میڈم میں جا رہا ہوں۔ اپنے servant quarter میں بہت سا کام باقی ہے

(اس کے ساتھ ہی عاصم اُٹھتا ہے اور بنگلے کے پیچھے کی طرف جاتا ہوا کیمرہ اُس کا پیچھا کرتا ہوا)

Cut of scene (6)

سیٹ: خوبصورت ڈرائینگ روم

لوکیشن: شہنواز کا بنگلہ

وقت: سہ پہر (دن)

سین (۶)

(نصرت اپنی سہیلی آسیہ کے سامنے)

آسیہ: میں صرف یہاں اس لئے آئی ہوں کہ تمہیں تنہائی سے نجات مِل سکے

نصرت: تنہائی سے نجات کہاں میں......''

آسیہ: تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میرے یہاں آنے کے بعد بھی تنہائی کے شیشے میں شگاف نہیں ہوا۔

نصرت: شیشے میں شگاف نہیں پڑتا بلکہ شیشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن میری تنہائی کا شیشہ لوہے کا ہے سکندر کے شیشے کی طرح......

آشیہ: لیکن اس میں زنگ تو لگ سکتا ہے ۔ میں اس تنہائی کے شیشے پر اپنی محبت کا پانی چھڑکوں گی اور مجھے اُمید ہے کہ اس سے زنگ ضرور لگ جائے گا

نصرت: کاش میں بھی تمہاری طرح یونیورسٹی میں لیکچرار ہوتی

آسیہ: یہ تمہاری اپنی غلطی ہے۔ ہم نے ایک ساتھ تعلیم مکمل کی......اگر تم نے میری بات مانی ہوتی......''

نصرت: کاش میں نے تمہاری بات مانی ہوتی کاش میں تمہاری طرح NET کے امتحان میں بیٹھ گئی ہوتی ۔ آج......'' خیر......اُس وقت میں نے سوچا تھا کہ ایک بڑے اور نامدار Businessman کی بیوی اگر نوکری کرے گی تو لوگ کیا کہیں گے......کتنی غلط سوچ تھی میری......

آسیہ: خیر چھوڑ دو اِن باتوں کو......

نصرت: o.k......اچھا یہ بتاؤ تمہاری PHD کہاں پہنچی؟

آسیہ: بس چند مہینوں کے بعد ہی تم مجھے ڈاکٹر آسیہ کہہ سکتی ہو......

نصرت: کتنا اچھا لگے گا تمہیں اس نام سے پکارتے ہوئے ڈاکٹر آسیہ......

آسیہ: جانتی ہو میرا subject کیا ہے؟

نصرت: ہاں جانتی ہوں......ہم دونوں کا Home science 'subject رہا ہے

آسیہ: O! my God......نصرت کیا ہو گیا ہے تمہیں سونے کی لنکا میں رہتے ہوئے تم بھی سونے کی ہو گئی ہو خالص سونے کی۔ میں PHD کی بات کر رہی ہوں میرا مطلب ہے کہ میں کس Topic پر کام کر رہی ہوں

نصرت: ہاں......بتاؤ......؟

آسیہ: Food poisoning

نصرت: very good, Food poisoning__ کے بارے میں PG لیول پر بھی......"

آسیہ: PG......لیول پر سرسری طور پر پڑھتے ہیں لیکن Research کے دوران کئی نئے راستے کھلتے ہیں اور نئی جہتیں سامنے آجاتی ہیں......

نصرت: اچھا! آج میں بھی Food poisoning کے بارے میں سیکھنا چاہتی ہوں کچھ نیا کچھ پرانا......

آسیہ: ٹھیک ہے تو پھر ہو جاؤ تیار آج medical science کی رو سے تمہیں کچھ Food poisoning کے بارے میں بتاتی ہوں

Cut of scene no 7

سین (۷)

وقت: سہ پہر

لوکیشن: شہنواز کا بنگلہ

سیٹ: لان آف دی ہاوس

(عاصم، نصرت کے ساتھ:)

نصرت: عاصم یہ بتاؤ اب تمہیں کیسا لگ رہا ہے یہاں؟

عاصم: میڈم میم......"

نصرت: عاصم...... مجھے یہ میڈم لفظ پسند نہیں ...... میرا نام نصرت ہے

عاصم: نصرت! ٹھیک ہے...... اگر میں یہ کہوں کہ گھر سے دور رہ کر مجھے یہاں سب کچھ کاٹنے کو دوڑتا ہے

نصرت: شادی ہوگئی تمہاری؟

عاصم: ہاں نصرت! میری شادی، تمہاری شادی کے بالکل دو سال چار مہینے اور سات دن کے بعد ہوئی

نصرت: اومائے گوڑ...... اِس کا مطلب ہے کہ تمہیں میری شادی کے بعد بھی میرا خیال رہا

عاصم: چھوڑیئے میڈم......Sorry نصرت! کیا رکھا ہے ان باتوں میں......

نصرت: بچّے کتنے ہیں تمہارے؟

عاصم: ۳ لڑکیاں ہیں میری

نصرت: تین لڑکیاں؟

عاصم: ہاں......تین لڑکیاں......لڑکے کی چاہ میں پیدا ہوئیں کم بخت یہی وجہ ہے کہ......"

نصرت: عاصم! تم گھبراتے کیوں ہو......میری بھی تین لڑکیاں ہیں اور تینوں شملہ کے ایک بورڈنگ سکول میں پڑھتی ہیں......دیکھو میری طرف میں کتنی خوش ہوں۔

عاصم: ہاہاہا......نصرت......تمہارے یہاں اگر دس لڑکیاں بھی ہوں تو لوگ کہیں گے کہ لڑکیاں قسمت لیکر پیدا ہوئیں اور اگر ہمارے یہاں ایک لڑکی بھی ہو تو منحوس تصور کی جائیں گی......

نصرت: اِسے منفی سوچ کہتے ہیں،

عاصم: منفی ہی سہی سوچ تو ہے اور یہ سوچ ہمارے اپنے سماج کی سوچ ہے

نصرت: عاصم! آج تم بڑی بڑی باتیں کرتے ہو پہلے تم اتنے جذباتی نہ تھے

عاصم: نصرت! پہلے زمانے کا چہرہ دیکھا نہ تھا

نصرت: ہمت سے کام لو......اور میں ہوں نا تمہارے ساتھ

عاصم: شکریہ......اچھا میں جا رہا ہوں اپنے Quarter میں......(اُٹھتے ہوئے)

نصرت: عاصم بعد میں کھانا بھیجوں گی......کھالینا......اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے کچھ نئی dishes ہیں۔ہوم سائینس کا چمتکار دِکھانا چاہتی ہوں

Cut of scene of 9

لوکیشن: شہنواز کا مکان

سیٹ: خوبصورت ڈرائینگ روم

وقت: غروبِ آفتاب

سین ۹

(شہنواز اپنی اہلیہ نصرت کے ساتھ)

شہنواز: آج میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ گھر جلدی لوٹوں گا اور لوٹ آیا اسے کہتے ہیں پختہ ارادہ

نصرت: کیوں آج کوئی خاص بات ہے کیا؟

شہنواز: ہاہاہا...... خاص بات ہی ہے

نصرت: کیا؟

شہنواز: میں صرف تمہارے لئے آیا ہوں اتنی جلدی اور جانتی ہو آج دوپہر کے بعد کی ساری Engagements میں نے Cancel کروائی ہیں۔

نصرت: چلئے بہت اچھا کیا آپ نے...... اسی بہانے بہت ساری باتیں ہونگی آپ سے

شہنواز: ہاں کیوں نہیں...... نصرت میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں تم سے

نصرت: ہاں کہئے......

شہنواز: میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں تم سے ہی کیا اپنے پورے کُنبے کے ساتھ، میں چاہتا ہوں کہ اپنی تینوں بچیوں کو شملے سے واپس بُلائیں...... یہیں، کسی اچھے اسکول میں پڑھیں گی...... اور پورا کنبہ......"

نصرت: میں بھی یہی چاہتی ہوں لیکن اُن کے Exams سر پر ہیں

شہنواز: ٹھیک ہے امتحان کے بعد ہی سہی......

Cut scene no 10

لوکیشن: شہنواز کا بنگلہ

سیٹ: لان (Lawns of the House)

وقت: سہ پہر

سین (10)

عاصم: نصرت ...... میں بہت پریشان ہوں

نصرت: کیوں؟ کیا ہوا؟

عاصم: پچھلی دفعہ جب میں گھر گیا ...... تب سے میں بے چین ہوں

نصرت: بے چین؟

عاصم: ہاں بے چین ...... گھر میں کافی مفلسی ہے ...... بچوں کی حالت دیکھی نہیں جاتی بیوی بھی بیمار رہتی ہے۔

نصرت: لیکن تم گھر کی حالت سدھارتے کیوں نہیں؟

عاصم: کیسے سدھاروں ...... آمدنی قلیل ہے اور خرچہ حد سے زیادہ

نصرت: لیکن میں نے تمہیں جو دس ہزار روپے دئے تھے اُن کا کیا کیا؟

عاصم: دس ہزار روپیوں سے گھر کی حالت ......"

نصرت: ٹھیک ہے ...... میں تمہیں اور دس ہزار روپے دوں گی لیکن اب کی بار گھر کی حالت میں سدھار ضرور آنا چاہئے

عاصم: نہیں نصرت نہیں ...... میں تم پر بوجھ نہیں بننا چاہتا ......

نصرت: عاصم! خُدا کے لئے یہ ناٹک بند کردو اور ......"

عاصم: نصرت تم اِسے ناٹک سمجھ رہی ہو...... میں سمجھتا تھا کہ تم میرے جذبات کو سمجھتی ہو...... لیکن...... لیکن......"

نصرت: شام کو آجانا اور دس ہزار روپیئے لے جانا۔

عاصم: لیکن مجھے فی الحال دو لاکھ روپیئے چاہئے......

نصرت: دو لاکھ...... اور فی الحال...... تم مجھے پاگل سمجھ رہے ہو......

عاصم: نہیں...... عقلمند ...... اسی لئے تو Demand کر رہا ہوں

نصرت: Demand...... کیا بک رہے ہو؟

عاصم: بک نہیں رہا ہوں...... سمجھا رہا ہوں...... کیوں کہ میں تم سے اب بھی بہت پیار کرتا ہوں...... اسی لئے تو وہ تمہارے پرانے مُحبت نامے سنبھال کے رکھے ہیں

نصرت: عاصم (اونچی آواز میں)

عاصم: میڈم...... میں نہیں چاہتا ہوں کہ وہ خط تمہارے شوہر تک پہنچ جائیں خوامخواہ اُنہیں تکلیف ہو جائے گی

نصرت: ٹھیک ہے عاصم...... تمہیں دو لاکھ روپیے ملیں گے...... لیکن اپنے گھر کی حالت سدھارنا...... اور ہاں میں آج بھی تم سے پیار کرتی ہوں...... شام کو آجانا دو لاکھ روپیئے لے جانا اور کھانا بھی...... اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے میں نے......

عاصم: Thank you very much ___ than you

Flash - Back - Ends

Cut to scene No (3) again

لوکیشن: شہنواز کا بنگلہ

سیٹ: لان آف دی ہاوس

Scene No 3 resumes again with the two characres; shahnawaz and Nusrat

(سین نصرت کی آنکھوں سے وسیع ہوتا ہوا)

نصرت: کِتنا بھلا آدمی تھا......مرنے سے پہلے میرے ساتھ دیر تک باتیں کرتا رہا اور میں نے اُسے کھانے کا ٹفن بھی دے دیا......کھانا میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا...... بے چارہ......

شہنواز: بہتر یہی ہوگا کہ ہم اُسے بھول جائیں......

نصرت: بھولنا اِتنا آسان نہیں

شہنواز: میں جانتا ہوں کہ وہ تمہارے بچپن کا ساتھی تھا......تمہارے ساتھ کھیلا ہے......آنکھ مچولی بھی کھیلی ہوگی ......اب یوں سمجھ لو کہ وہ تمہارے بچپن کی وادیوں میں کہیں چُھپ گیا ہے۔ اُسے ڈھونڈنے کی کوشش مت کرو...... چھپنے دو اُسے...... جیتنے دو اُسے یہ بازی بچپن کی......

نصرت: میں کوشش کروں گی......

Cut to scene No 12

سیٹ :خوبصورت ڈرائنگ روم

لوکیشن :شہنواز کا بنگلہ

وقت: سہ پہر

سین ۱۲

سیٹ: خوبصورت ڈرائینگ روم)

(پولیس انسپکٹر، شہنواز اور نصرت کے ساتھ محو گفتگو:)

انسپکٹر: آج کے بعد مجھے یہاں نہیں آنا پڑے گا ہاہاہا

شہنواز: ہاہاہا...... کیوں؟

اسپکٹر: جی ہاں...... کیوں کہ عاصم کی فائل بند ہو رہی......

شہنواز اس کا مطلب ہے کہ معاملہ سُلجھ گیا

انسپکٹر: نہیں...... قانونی کاروائی اختتام تک پہنچی...... معاملہ کبھی الجھا ہوا تھا ہی نہیں......

شہنواز: میں کچھ سمجھا نہیں؟

انسپکٹر: شہنواز صاحب...... ہم پہلے ہی سے جانتے تھے کہ عاصم اپنی غلطی سے مر چکا ہے...... لیکن ہم قانون کے غلام ہیں...... کیا کریں؟...... ہمیں بہت افسوس ہے کہ ہم نے آپ سے کچھ ایسے سوالات کئے جن کی وجہ سے آپ کو کوفت ہوئی......

شہنواز: نہیں ایسی کوئی بات نہیں...... یہ سب آپ کا فرض ہے،

نصرت: انسپکٹر صاحب کیا پوسٹ مارٹم رپورٹ آچکی ہے......

انسپکٹر: جی ہاں...... ورنہ فائل بند کیسے ہو سکتی تھی......

شہنواز: کیا کہتی ہے رپورٹ......شراب کی وجہ سے ہی......"

انسپکٹر: جی نہیں......عاصم نے اُس رات غیر معیاری کھانا کھایا تھا...... Food poisoning کی وجہ سے اُس کی موت واقع ہوئی ہے......

شہنواز: O! My God......کیا اُس نے شراب نہیں......"

انسپکٹر: جی ہاں شراب بھی اُس نے پی رکھی تھی......لیکن شراب کی وجہ سے وہ نہیں مرا تھا...... کیوں کہ رپورٹ کے مطابق اُس کے خون میں صرف 160 ملی گرام فی صد شراب تحلیل ہو چکی تھی جبکہ ایک آدمی کی موت 600% ملی گرام شراب خون میں ملنے سے واقع ہو سکتی ہے۔

(اب شہنواز کے ہوش اُڑنے لگتے ہیں وہ پریشان ہو جاتا ہے اُس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگتے ہیں)

انسپکٹر: (کھڑا ہو جاتا ہے) اچھا مجھے اجازت دیجئے......خدا حافظ (اس کے ساتھ ہی انسپکٹر دروازے کے باہر نکل جاتا ہے)

شہنواز: خُدا حافظ (پریشانی کی حالت میں)

نصرت: آپ پریشان ہو رہے ہیں کیا بات ہے؟

شہنواز: نصرت......تم نے ایسا کیوں کیا......کیوں کیا......"

نصرت: کیا؟ کیا کیا ہے میں نے......

شہنواز: عاصم کا خون......

نصرت: کہ کہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟

شہنواز: نصرت...... یہ ڈراما تمہارے چہرے کا ساتھ نہیں دے رہا ہے...... مجھے معلوم ہے کہ عاصم تمہاری معصومیت کا ناجائز فائدہ اُٹھا رہا تھا...... لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اُس کا خون کردو...... تم پہلے ہی مجھے بتا چکی ہو کہ مرنے سے پہلے تم نے عاصم کو کھانے کا ٹفن دیدیا تھا...... جب ہم نے عاصم کی لاش دیکھی اُسی وقت میں نے اُس کے کچن میں کھانے کا خالی ٹفن دیکھ لیا تھا وہ ہمارے گھر کا ٹفن تھا...... اس سے ظاہر ہے کہ تم نے اُس کے ڈبے میں غیر معیاری کھانا رکھا تھا جس کی وجہ سے اُس کو Food poisoning ہوئی تھی اور Food poisoning کس طرح ہوتی ہے یہ تم اچھی طرح سے جانتی ہو کیوں کہ...... تم...... ہوم سائنس کی طالبہ رہ چکی ہو...... (اب شہنواز جیب سے موبائیل فون نکالتا ہے اور نمبر ڈائیل کرتا ہے پھر:۔)

شہنواز: انسپکٹر صاحب...... میں شہنواز بول رہا ہوں...... آپ یہاں واپس آئیے...... عاصم کی موت حادثاتی نہیں تھی بلکہ اُس کا قتل ہوا ہے اور قاتل یہاں موجود ہے...... انسپکٹر آپ یہاں آیئے تو میں serious ہوں I am not joking ہاں آیئے...... o.k (اس کے ساتھ موبائیل آف کرتا ہے)

نصرت: کیا آپ مجھے گرفتار کروائیں گے...... کیا آپ مجھ سے پیار نہیں کرتے...... کیا یہ سب آپ کا ڈھونگ تھا......

شہنواز: ڈھونگ نہیں...... میں اب بھی تم سے محبت کرتا ہوں جی جان سے...... لیکن جو غلطی تم نے کی اُس کی سزا بھی تمہیں ضرور ملے گی...... ضرور ملے گی...... تم پچھتاؤ گی بہت پچھتاؤ گی...... (اس کے ساتھ ہی انسپکٹر کمرے میں پھر سے داخل ہوتا ہے)

شہنواز: آیئے انسپکٹر صاحب!

انسپکٹر: شہنواز صاحب! میں کچھ سمجھا نہیں آپ نے مجھے یہاں کیوں بُلا لیا ہے......

شہنواز: انسپکٹر صاحب! دراصل عاصم کی موت حادثاتی نہیں تھی اُسے جان بُوجھ کر قتل کیا گیا تھا اُس کا کھانا زہریلا بنا دیا گیا تھا جس سے اُس کی موت واقع ہوئی......

انسپکٹر: یہ حرکت، کس نے کی ہے.....کون ہے اُس کا قاتل؟

شہنواز: قاتل آپ کے سامنے ہے

انسپکٹر: میں کچھ سمجھا نہیں......آپ کا اشارہ، کس طرف ہے۔

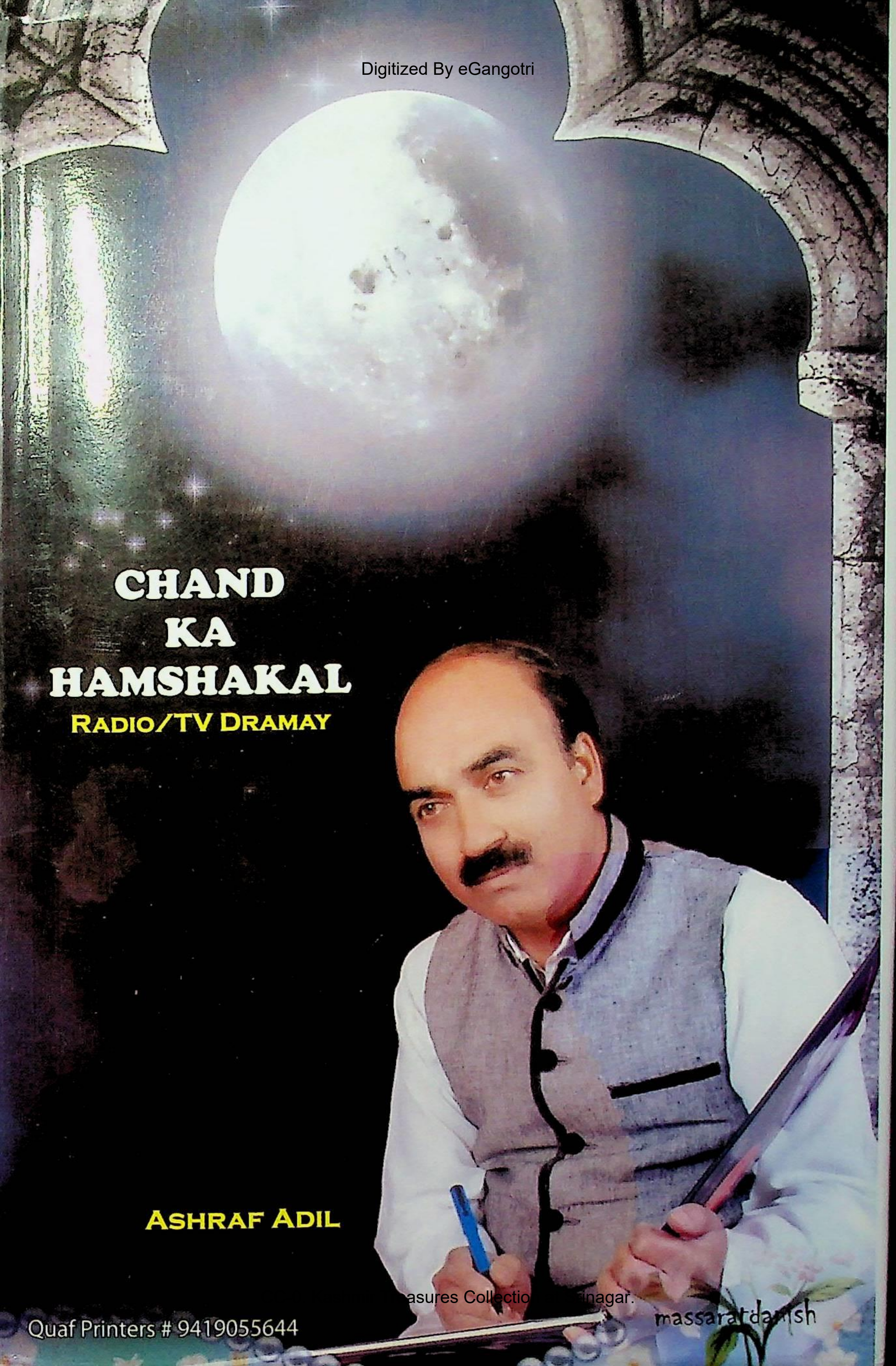
شہنواز: قاتل میں ہوں......میں نے اُس کے کھانے میں زہر ملایا تھا......

انسپکٹر: یہ سب پہلے آپ نے کیوں نہیں بتایا؟

شہنواز: کیوں کہ اُس وقت مجھے میری زندگی سے پیار تھا لیکن اب مجھ پر میری حقیقت کھُل چکی ہے......میرا سایا مجھے دغا دے گیا اسلئے مجھے سزا ملنی چاہئے......چلئے انسپکٹر

نصرت: نہیں انسپکٹر صاحب......یہ سب جھوٹ ہے......انہوں نے قتل نہیں کیا......یہ قاتل نہیں ......یہ قاتل نہیں......'' (روتے ہوئے)

............END............


CHAND
KA
HAMSHAKAL
RADIO/TV DRAMAY
ASHRAF ADIL
massaratdanish
Quaf Printers # 9419055644